kahanifreak.com

حرا رفاقت

تمہاری محبت کے نام

میرے نیہر سے آج مجھے آیا.....
میرے نیہر سے آج مجھے آیا.....
یہ پیلا جوڑا..... یہ پیلا جوڑا.....
یہ ہری ہری چوڑیاں .....

دسمبر کی سخت سردی کی پرواہ کیے بغیر عزیز خاندان کی لڑکیاں ڈھولک بجانے میں مصروف تھیں۔ بڑی خواتین قریب ہی بیٹھیں لڑکیوں کے گانوں اور ٹپو پر تالیاں بجا کر داد دے رہی تھیں جبکہ مرد حضرات ہال میں ہیٹر لگائے سیاست، کاروبار اور موجودہ حالات پر تبصرے کرنے میں مصروف تھے۔ مہندی کی تقریب اگرچہ ختم ہوگئی تھی اور ہانیہ کو بھی ماریہ بھابھی کمرے میں لے گئی تھیں مگر ڈھولک تھی کہ تھمنے کو ہی نہیں آرہی تھی۔ لڑکے سعد اور حارث کے ساتھ مل کر کل کی بارات کے لیے انتظامات کرنے میں مصروف تھے۔

خواتین کے ساتھ بیٹھی، نورین خالہ کے چہرے پر خوشی اور دکھ کے ملے جلے تاثرات تھے۔ آج ان کی بیٹی ہانیہ کی مہندی تھی۔ آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں۔ انہوں نے ایک نظر اپنے ہم سفر احمد عزیز کو دیکھا۔ وہ کسی مرد رشتہ دار سے گفتگو میں مصروف تھے۔ چہرے پر ایک پرسکون مسکراہٹ تھی وہ بھی مسکرائیں۔ احمد عزیز ایک اچھے شوہر، بھائی اور باپ تھے۔ اسی وقت احمد صاحب کی آنکھیں نورین خالہ کی آنکھوں سے ٹکرائیں۔

احمد صاحب کی آنکھوں میں نورین کے لیے ایک دلاسہ اور مان تھا۔ وہ نورین خالہ کے احسان مند تھے کہ انہوں نے احمد صاحب کی نسل کی بہت عمدہ تربیت کی۔ وہ ایک بہترین ماں اور بیوی تھیں انہوں نے کبھی احمد صاحب کو شکایت کا موقع نہیں تھا۔ ہانیہ کی وجہ سے احمد صاحب کے دل میں ایک درد جواب ختم ہونے والا تھا۔

''ہانیہ مجھے ضرور سمجھے گی۔ یہی بہتر تھا سب کے لیے۔'' انہوں نے دل میں سوچا۔ دور کہیں دل کے کسی اندھیرے کونے میں اک خلش نے سر ابھارا۔

حارب اچھا لڑکا تھا۔ وہ ہانیہ کو خوش رکھ سکتا تھا۔ ہانیہ کے لیے اس سے بہتر کوئی ہو ہی نہیں سکتا مگر یوسف انہیں کبھی ساتھ نہ رہنے دیتا۔ شکر ہے یوسف کی حقیقت وقت پر کھل گئی۔ ایجد بھی اچھا ہے۔ وہ ہانیہ کو خوش رکھے گا شاید حارب سے بھی زیادہ۔ احمد صاحب نے گہری سانس لے کر اس خلش کا گلا گھونٹا اور مسکرا دیے۔

کبھی کبھار انسان کو، اپنے اندر اٹھتی آوازوں کا گلا دبانے کے جھوٹے سہارے اور بہانے گھڑنے پڑتے ہیں۔ جیسے ابھی ابھی احمد صاحب نے ایک بہانا گھڑ لیا تھا۔

☆☆☆

ہانیہ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔ میرون اور مہندی رنگ کے امتزاج کا لہنگا اس پر بہت جچ رہا تھا۔ پھولوں کی پسند بہت اچھی تھی۔ وہ بچپن سے ہی ہانیہ کے لیے چن چن کر لباس پسند کرتی تھیں اور اب تو خیر سے ہانیہ ان کی ہونے والی بہو بھی تھی۔ لباس بہت خوب صورت تھا مگر ہانیہ کو اپنا عکس بہت بدصورت دیکھائی دیا۔ ماریہ بھابھی اسے کمرے میں چھوڑ کر جا چکی تھیں۔

ضروری تو نہیں کہ خوب صورت لباس آپ کی شخصیت کے سارے داغ بھی چھپا لے۔ وہ کسی اور

shua digest

ناولٹ

ے محبت کرتی تھی مگر شادی کسی اور سے کرنے جا رہی
تھی۔ اس نے کمرے کا دروازہ لاک کیا اور دوبارہ

آئینے کے سامنے آ گئی۔
چہرہ تو دل کا آئینہ ہوتا ہے اور جب دل ہی ویران ہو

تو چہرے پر خوشی کیسی؟ اس نے اپنے ویران چہرے کو دیکھتے ہوئے ہاتھ میں پہنے سفید گجرے فرش پر دے مارے۔

"میں جانتا ہوں تمہیں پھول پسند ہیں مگر مجھے تمہارے ہاتھوں میں پھول پسند ہیں۔ تمہاری موجودگی میری ہر چیز کو بہت خاص بنا دیتی ہے۔"

وہ سفید پھولوں والے گجرے اس کی طرف بڑھاتا بولا تھا۔ ہانیہ کے ماضی نے اس کے کان میں سرگوشی کی اس نے پلکیں جھپک کر ماضی کی سرگوشیوں کو واپس دھکیلا۔ ایک طرف باپ کی محبت تھی تو دوسری طرف پوری زندگی کا سوال۔ اس کی بے چینی میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہو رہا تھا۔

"اگر تم چاہو تو آج ہم بچھڑ جانے کے اس خوف سے ہمیشہ کے لیے کہیں دور جا سکتے ہیں۔ اپنی نئی زندگی شروع کر سکتے ہیں۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔" اس کے موبائل میں ایک پیغام تھا۔

وہ ابو اور حارب دونوں سے بہت محبت کرتی تھی۔ دونوں اس کی زندگی میں بہت اہم تھے۔ ابو نے اگر ہانیہ کی ہر خواہش پوری کی تھی تو حارب نے کبھی ہانیہ کی آنکھ سے آنسو گرنے نہیں دیا تھا۔ اگر ابو کے لیے اپنے بچوں میں ہانیہ سب سے اہم تھی تو حارب کے لیے ہانیہ پوری دنیا میں سب سے اہم تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ہم پلہ تھے مگر ہانیہ کو دونوں میں سے کسی ایک کو چننا تھا۔ وہ مسلسل ٹہل رہی تھی۔ وقت خشک ریت کی طرح ہاتھ سے پھسل رہا تھا۔ اسے جو بھی فیصلہ کرنا تھا آج اور ابھی کرنا تھا۔

نیچے ابھی تک ڈھولک بج رہی تھی۔ ہانیہ نے گہرا سانس لیا اور الماری کی طرف بڑھ گئی اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے دوسرے اہم شخص کو منتخب کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

☆☆☆

"یہ کیا حال کر دیا ہے کچن کا؟" کچن کے حالات دیکھ کر نورین خالہ کا سر ہی گھوم گیا تھا۔

"ہم کیک اور کوکیز بیک کر رہے ہیں۔" ہانیہ ایک سانچے کو میدے کی روٹی پر رکھتی بولی۔ حارب اور حارث کیک کو اوون میں رکھنے کی اہم مصروفیت کی وجہ سے جواب نہیں دے سکے تھے۔

"حارث! تم دونوں تو بڑے ہو۔ تم ہی کچن کا خیال کرو۔ کیسے سامان بکھیرا ہے۔"

نورین حارث اور حارب سے مخاطب ہوئیں۔ ہانیہ سے بات کرنا تو بیکار تھا۔

"امی! میں ہانیہ سے صرف ایک سال بڑا ہوں۔" حارث اوون کی ٹائمنگ سیٹ کرتا بولا۔ حارب نے اور زور سے اثبات میں گردن ہلا کر حارث کی بات سے اتفاق کیا۔ ان دونوں کی پیدائش ایک ہی سال کی تھی اس لیے وہ بھی ہانیہ سے ایک سال ہی بڑا تھا۔ ہانیہ بدستور مختلف سانچوں سے کوکیز کو کاٹنے میں مصروف تھی۔

"امی! اب آپ ہمیں ڈسٹرب کر رہی ہیں۔"

ہانیہ بہت احتیاط سے ساری کوکیز کو ایک ٹرے میں رکھنے لگی۔ حارب بھی اس کی مدد کروا رہا تھا۔ ہانیہ کو بیکنگ کرنا بہت پسند تھا وہ اکثر امی کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر کچن پر دھاوا بول دیتی تھی اور جس طرح وہ حارب اور حارث کی ہر شرارت میں ان کا ساتھ دیتی تھی ایسے ہی وہ دونوں بھی اپنی دوستی کا فرض مکمل ایمان داری سے ادا کرتے تھے۔

"تم نے میرا پورا کچن ڈسٹرب کر دیا ہے اور میں بات بھی نہ کروں۔" نورین بیگم کو اپنی بدتمیز بیٹی پر غصہ آیا۔ ہانیہ نے جواب دینا مناسب نہ سمجھا تو نورین باہر چلی گئیں مگر ان کے چہرے پر ایک مسکراہٹ تھی۔ انہیں اپنی بدتمیز اور باپ کی لاڈلی بیٹی پر بہت پیار آ رہا تھا۔ شام کی چائے پر کیک اور کوکیز احمد عزیز اور یوسف انکل کو بھی سرو کی گئیں۔

"کیس اور کوکیز کافی اچھی ہیں۔ یہ تینوں ایک جیسے ہی ہیں۔" انکل یوسف کیک کا ٹکڑا منہ میں رکھتے بولے۔ احمد صاحب مسکرا دیے۔

وہ تینوں قریب ہی بیڈمنٹن کھیلنے میں مصروف

تھے۔ یہ ان دونوں گھروں کا معمول تھا۔ احمد عزیز اور یوسف جلال دونوں بچپن کے دوست اور ہمسائے تھے۔ یہ گھر ان کے والدین نے خریدے تھے۔ ان دونوں دوستوں کا بچپن اور جوانی ان ہی گھروں میں گزرے تھے۔ احمد عزیز اپنے والدین کے بڑے بیٹے تھے۔ اس لیے انہوں نے والدین کی وفات کے بعد یہ گھر اپنے بہن بھائیوں سے خرید لیا۔ دوسری طرف یوسف صاحب بھی اپنے جگری دوست کو چھوڑ کر جانے پر رضا مند نہ تھے۔ یہ دونوں دوست شام کی چائے اپنے مشترکہ باغ میں اکھٹے ہی پیا کرتے تھے۔

یوسف صاحب کے دو بیٹے ارحم اور حارب تھے جبکہ احمد صاحب کے دو بیٹے سعد، حارث اور ایک بیٹی ہانیہ تھی۔ سعد اور ارحم دونوں سمجھ دار اور پڑھاکو ٹائپ تھے جبکہ ہانیہ، حارث اور حارب کی مثلث سب گھر والوں کے لیے ایک سر درد اور نا قابل حل مسئلہ تھا۔ یہ تینوں کبھی ایک کونے میں سرگوشیاں کرتے پائے جاتے تو کبھی درختوں پر چڑھ کر شور مچاتے۔ وہ تینوں کرائم پارٹنرز کی طرح ہر جگہ ساتھ ہی پائے جاتے تھے۔ گھر میں والدین پریشان تھے اور اسکول میں ٹیچرز کا برا حال تھا۔ دونوں خاندانوں کی زندگی بہت اچھی گزر رہی تھی مگر پھر ایک دن سب بدل گیا۔ بچپن سے بڑھاپے تک کے دوست ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ یوسف جلال کو اپنا گھر چھوڑنا پڑا اور ان تینوں کی مثلث بھی ٹوٹ گئی اور دونوں گھر کا مشترکہ باغ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ویران ہو گیا۔

☆☆☆

اس دن حارب کالج سے گھر آنے پر بہت خاموش اور تھکا ہوا تھا۔ وہ بغیر کسی سے بات کیے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ زاہدہ کو کچھ فکر ہوئی تو وہ اس کے پیچھے کمرے میں ہی آ گئیں۔ وہ بیڈ پر سیدھا لیٹا چھت کو گھور رہا تھا۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔" زاہدہ بیگم اپنے بیٹے کے بالوں میں ہاتھ پھیرتی بولیں۔ حارب تو ان کے گھر کی رونق تھا۔

"جی۔" زاہدہ نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا وہ کل سے کافی خاموش تھا۔

"حارث یا ہانیہ سے لڑائی تو نہیں ہوئی۔" انہوں نے پوچھا۔

"نہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"پھر اتنے خاموش کیوں ہو؟" وہ پریشانی سے بولیں۔

"امی! میرا دل بہت اداس ہے۔" وہ ان کی گود میں سر رکھ کر بولا۔ وہ کچھ پرسکون ہوئیں۔ حارب اس گھر میں سب سے زیادہ حساس بچہ تھا چھوٹی چھوٹی باتوں کو دل پر لے لیتا اور خاموش ہو جاتا۔ وہ اپنے دکھ شیئر نہیں کرتا تھا اس لیے زاہدہ کو سب سے زیادہ اسی کی فکر ستاتی تھی۔

"تمہارا آ تیسی (بلا) تو ٹھیک ہے؟" اب وہ ہلکے پھلکے انداز میں پوچھ رہی تھیں۔ وہ اکثر آ تیسی کے بیمار ہونے پر بھی ڈسٹرب ہو جایا کرتا تھا۔

"جی۔" وہ کروٹ لیتا بولا۔

"کھانا کھالو۔ آج تمہارا فیورٹ کھانا بنایا ہے۔" زاہدہ اس کا ماتھا چوم کر کہتی باہر چلی گئیں۔

وہ پھر سے چھت کو گھورنے لگا۔ کتنے دنوں سے وہ حارث کے ساتھ بیڈمنٹن کھیلنے بھی نہیں گیا تھا۔ عجیب بات تھی نہ کھانا کھانے کو دل کر رہا تھا اور نہ پڑھائی پر توجہ تھی۔ حارث کئی بار اس سے پوچھ چکا تھا مگر وہ خود بھی اپنی بے چینی کی وجہ نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ اس نے اکتا کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ موڈی تو ہرگز نہیں تھا۔ اس نے سوچا۔

"چچا، یہ میں حارب کے لیے لائی ہوں۔"

وہ اونچی آواز میں کہتی حارب کے کمرے میں داخل ہوئی۔ حارب کا بے زار دل ایک لمحے کو تیزی سے دھڑکا۔ یکا یک اس کے جسم میں ایک برقی لہر دوڑی اور بے چینی اور اکتاہٹ کی جگہ ایک بے نام سی خوشی نے اس کے وجود کا احاطہ کر لیا۔

"میں دو دن کے لیے خالہ کی طرف کیا چلی گئی تم تو اداس بلبل ہی بن گئے۔" وہ ہاتھ میں کھانے کی ٹرے پکڑے کمرے میں داخل ہوئی۔ آتشی گلابی رنگ کی شلوار قمیض اس کے چہرے کی گلابی رنگت سے بہت میل کھا رہی تھی۔ دوپٹہ سلیقے سے لیا گیا تھا۔ ہانیہ پہلے بھی اکثر گلابی رنگ پہنا کرتی تھی مگر آج..... آج تو سحر کر دینے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔

وہ سحر کر رہی تھی یا سحر ہو چکا تھا۔ حارب کو سمجھ میں نہیں آیا۔ بس وہ کچھ پل کے لیے اپنی نظریں ہٹا نہیں پایا تھا۔

"کہاں؟" وہ ایک ہاتھ سے حارب کے سامنے چٹکی بجا کر بولی۔

"تم مجھے بنا بتائے ہی غائب ہو گئیں۔" وہ ایک لمحے میں خود کو سنبھالتا بیڈ سے اٹھ کر اس کے ہاتھ سے ٹرے پکڑ کر بولا۔ انداز میں شکوہ تھا مگر کچھ دیر پہلے والی بیزاری نہیں تھی۔

"تمہیں تو پتا ہے سعد بھائی کی انگیجمنٹ کی تیاریاں چل رہی ہیں۔ میں خالہ کے ساتھ ماریہ بھابھی کی شاپنگ کے لیے گئی تھی پھر ادھر سے ہی خالہ کے گھر چلی گئی۔ تمہیں پتا ہے وہاں میں نے کتنا انجوائے کیا؟ وہاں کپڑوں کی بہت ورائٹی تھی اور کاسمیٹکس تو" ..... وہ کرسی پر بیٹھ کر بولنا شروع کر چکی تھی۔ حارب کھانا سامنے رکھے اس کی روداد سن رہا تھا۔ وہ نان اسٹاپ بولتی جا رہی تھی۔ کھانا ٹھنڈا ہو رہا تھا مگر حارب بنا پلکیں جھپکے ہمہ تن گوش اسے ہی سن رہا تھا۔ بیزار چہرے پر ایک دلفریب سی مسکراہٹ ٹھہر گئی تھی۔

☆☆☆

سعد بھائی اور ماریہ بھابھی کی منگنی کی تقریب ایک ساتھ ہی تھی۔ یہ احمد عزیز کے گھر کی پہلی خوشی تھی۔ یوسف صاحب اپنے بیٹوں کے ساتھ ہر کام میں احمد صاحب کے شانہ بشانہ تھے۔ زاہدہ چچی بھی خواتین کے ساتھ تیاریوں میں مصروف تھیں۔

حارب گہرے سبز رنگ کی شیروانی میں بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔ حارث نے ایک نظر حارب کو دیکھا اس کے انداز میں ستائش تھی۔ وہ خود سفید رنگ کی شیروانی پہنے ہوئے تھا۔

"ہانیہ کی خواتین والی باتیں سن سن کر تمہاری فیشن سینس کافی ڈیولپ ہو گئی ہے۔" حارث اس کے کان میں بولا۔

"مگر تم اپنی بہن سے کچھ نہ سیکھ سکے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"اللہ معاف کرے۔ اتنا سر کھاتی ہے میرا تمہاری اور ابو کی تو ہمت ہے۔" حارث کانوں کو ہاتھ لگا کر بولا۔ حارب مسکرا دیا۔

اس کا بولنا کتنا ضروری تھا یہ بات کوئی حارب کے دل سے پوچھتا۔ حارب نے دل ہی دل میں سوچا۔ سلور رنگ کے کام دار لہنگے میں سج سج کر قدم اٹھاتی وہ لڑکی حارب کو اس دنیا کی سب سے حسین لڑکی لگی تھی۔ ہوا اس کے بالوں کے ساتھ اٹکھیلیاں کر رہی تھیں۔ حارب کا دل اک منفرد انداز میں دھڑکا۔ وہ اردگرد سے بے خبر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے ساری دنیا خاموش ہو گئی اور اس کے دل نے ہلکی سی سرگوشی کی۔

وہ ہانیہ کو دیکھنے میں اس قدر مصروف تھا کہ دل کی سرگوشی سن ہی نہ پایا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے قریب آئی۔ دل کا صبر اب جواب دے چکا تھا۔ اس بار دل نے بھرپور انداز میں ایک اعتراف کیا۔

سیاہ رات کو اپنی مسکراہٹ سے روشن کرنے والی لڑکی کو دیکھ کر اس کے دل نے اپنی تمام تر گہرائیوں سے اعتراف کیا کہ اسے محبت ہو گئی ہے۔

حارب یوسف ہانیہ احمد کی محبت کا اسیر ہو گیا تھا۔

اسے نہیں پتا تھا کب، کیوں اور کیسے مگر اسے ہانیہ سے محبت ہو گئی تھی۔

اور محبت تو یونہی ہوا کرتی ہے۔ چپکے سے انجانے میں بالکل خاموشی سے۔

اس رات اور اس کے بعد بہت سی راتیں حارب سو نہیں سکا تھا۔ وہ ساری رات جاگ کر ہانیہ

کے بارے میں سوچتا۔ کتاب کھولتا تو ہانیہ کی صورت دکھائی دیتی۔ سونے لگتا تو اس کی ہنسی کانوں میں گونجتی۔ وہ ہانیہ کے بارے میں جتنا کم سوچنا چاہتا تو وہ اتنا ہی اس کے سر پر سوار ہوتی جارہی تھی۔ عجیب بلا تھی یہ محبت بھی۔ نہ نیند آتی تھی نہ سکون۔ کالج کے دو سال حارب نے کیسے گزارے یہ وہی جانتا تھا۔ یونی ورسٹی میں ان کی مثلث پھر سے مکمل ہوگئی۔ ان تینوں نے ایم بی اے کے لیے ایک ہی یونی ورسٹی میں ایڈمشن لیا۔ حارب محبت کے جس مرض میں خود مبتلا تھا وہ ہانیہ کو اس سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ اپنی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد ہانیہ کو عزت سے اپنے گھر لانا چاہتا تھا۔

☆☆☆

''حارب! کچھ تو خوف کرو۔ یہ لاسٹ ویک ہے اسائنمنٹ مکمل کرنے کا اور تم اس میڈم کے نخرے اٹھانے میں مصروف ہو۔'' حارث غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا۔ وہ چاروں گراؤنڈ میں بیٹھے گروپ اسائنمنٹ پر کام کررہے تھے جب ہانیہ نے کچھ کھانے کی فرمائش کی اور حارث کے انکار کرنے کے بعد بھی حارب نے کینٹین جانے کی ہامی بھرلی۔

''بھائی! تھک گئی ہوں میں۔ آپ اور حارب کرلیں۔ میں آپ سے دیکھ کر کمپلیٹ کرلوں گی۔'' وہ بولی انداز فرمائشی تھا۔

''میں آج کروں گا ابو سے بات، یہ لاڈ پیار ان کو دیکھانا۔ خبردار جو میرے سامنے یہ سب کیا تو۔'' حارث غصے سے بولا۔

''حارث! کیا ہوگیا ہے؟ میں کروں گا ہانیہ کی اسائمیٹ کمپلیٹ۔'' حارب کو حارث کا یوں ہانیہ پر چلانا بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ ہانیہ نے ابرو اٹھا کر حارث کو دیکھا۔ اس کے تو مانو تن بدن میں آگ ہی لگ گئی تھی۔

''تم بن جاؤ اس کی اماں۔'' حارث کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ حارب کو کچا چبا جائے۔ سونیا کھلکھلا کر ہنسی۔ یونی ورسٹی کے دو سالوں میں سونیا وہ واحد لڑکی تھی جس سے ہانیہ کی دوستی ہوئی تھی۔

''تم کیوں اتنا ہنس رہی ہو۔'' حارب سونیا کو دیکھ کر بولا۔

''میں نے ابھی ابھی تمہیں ہانیہ کی امی کے طور پر امیجن کیا۔ تم بہت اچھے لگ رہے تھے۔'' سونیا ہنستی جارہی تھی۔

''ویری فنی۔'' حارب منہ بگاڑ کر بولا مگر سونیا کی ہنسی کم نہ ہوئی۔

''اسائنمنٹ کے ٹینشن نے تم دونوں کا دماغ ہی خراب کردیا ہے۔'' حارب کتابیں بند کرتا بولا۔

''دماغ ہوگا تو خراب ہوگا۔'' ہانیہ بھی کتابیں سمیٹنے لگی۔

''یہ بھی ہے۔'' حارب سنجیدگی سے بولا۔ حارث بل کھا کر رہ گیا۔ اس حارب کو تو وہ بعد میں پوچھے گا۔ سونیا بھی کتابیں سمیٹنے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر ابھی بھی تپا دینے والی مسکراہٹ تھی۔

''ایک بات پوچھوں؟'' وہ دونوں سر فاروق کی اکاؤنٹس، کلاس لے رہی تھیں۔ جب دنیا نے رجسٹر پر لکھ کر رجسٹر ہانیہ کی طرف بڑھایا۔

''بولو۔'' ہانیہ نے رجسٹر پر لکھا۔

''تمہیں حارب کیسا لگتا ہے؟'' اس نے لکھا ہانیہ نے لڑکوں کی سائیڈ پر حارث کے ساتھ بیٹھے حارب کو دیکھا۔ کیمل براؤن کلر کی شرٹ اور سفید ڈریس پینٹ میں ملبوس دراز قد اور ہینڈسم لڑکا۔ ہمیشہ کی طرح ہینڈسم ہی لگ رہا تھا۔ اس نے ایک نظر اپنے پیچھے بیٹھی ماہ نور کو دیکھا، وہ پوری کلاس میں سب سے خوب صورت لڑکی تھی، بہت سے لڑکوں کو اس پر کرش تھا مگر اسے حارب پسند تھا۔

''ہینڈسم بیسٹ فرینڈ۔'' اس نے لکھا۔

''آئی تھنک ہی از انوالوان یو۔'' اس نے حیرت سے سونیا کو دیکھا اور ہنس دی۔ بورڈ پر لکھتے سر فاروق نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ بہت سی اور گردنیں بھی پیچھے مڑیں۔ ہانیہ نے فوراً اپنے چہرے پر سنجیدگی طاری کی اور دوسروں کی طرح پیچھے دیکھنے لگی۔ سب

کے بارے میں سوچتا۔ کتاب کھولتا تو ہانیہ کی صورت دکھائی دیتی۔ سونے لگتا تو اس کی ہنسی کانوں میں گونجتی۔ وہ ہانیہ کے بارے میں جتنا کم سوچنا چاہتا تو وہ اتنا ہی اس کے سر پر سوار ہوتی جارہی تھی۔ عجیب بلا تھی یہ محبت بھی۔ نہ نیند آتی تھی نہ سکون۔ کالج کے دو سال حارب نے کیسے گزارے یہ وہی جانتا تھا۔ یونی ورسٹی میں ان کی مثلث پھر سے مکمل ہوگئی۔ ان تینوں نے ایم بی اے کے لیے ایک ہی یونی ورسٹی میں ایڈمشن لیا۔ حارب محبت کے جس مرض میں خود مبتلا تھا وہ ہانیہ کو اس سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ اپنی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد ہانیہ کو عزت سے اپنے گھر لانا چاہتا تھا۔

☆☆☆

''حارب! کچھ تو خوف کرو۔ یہ لاسٹ ویک ہے اسائنمنٹ مکمل کرنے کا اور تم اس میڈم کے نخرے اٹھانے میں مصروف ہو۔'' حارث غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا۔ وہ چاروں گراؤنڈ میں بیٹھے گروپ اسائنمنٹ پر کام کر رہے تھے جب ہانیہ نے کچھ کھانے کی فرمائش کی اور حارث کے انکار کرنے کے بعد بھی حارب نے کینٹین جانے کی ہامی بھر لی۔

''بھائی! تھک گئی ہوں میں۔ آپ اور حارب کرلیں۔ میں آپ سے دیکھ کر کمپلیٹ کرلوں گی۔'' وہ بولی انداز فرمائشی تھا۔

''میں آج کروں گا ابو سے بات، یہ لاڈ پیار ان کو دیکھانا۔ خبردار جو میرے سامنے یہ سب کیا تو۔'' حارث غصے سے بولا۔

''حارث! کیا ہوگیا ہے؟ میں کروں گا ہانیہ کی اسائمیٹ کمپلیٹ۔'' حارب کو حارث کا یوں ہانیہ پر چلانا بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ ہانیہ نے ابرو اٹھا کر حارث کو دیکھا۔ اس کے تو مانو تن بدن میں آگ ہی لگ گئی تھی۔

''تم بن جاؤ اس کی اماں۔'' حارث کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ حارب کو کچا چبا جائے۔ سونیا کھلکھلا کر ہنسی۔ یونی ورسٹی کے دو سالوں میں سونیا وہ واحد لڑکی تھی جس سے ہانیہ کی دوستی ہوئی تھی۔

''تم کیوں اتنا ہنس رہی ہو۔'' حارب سونیا کو دیکھ کر بولا۔

''میں نے ابھی ابھی تمہیں ہانیہ کی امی کے طور پر امیجن کیا۔ تم بہت اچھے لگ رہے تھے۔'' سونیا ہنستی جارہی تھی۔

''ویری فنی۔'' حارب منہ بگاڑ کر بولا مگر سونیا کی ہنسی کم نہ ہوئی۔

''اسائنمنٹ کے ٹینشن نے تم دونوں کا دماغ ہی خراب کردیا ہے۔'' حارب کتابیں بند کرتا بولا۔

''دماغ ہوگا تو خراب ہوگا۔'' ہانیہ بھی کتابیں سمیٹنے لگی۔

''یہ بھی ہے۔'' حارب سنجیدگی سے بولا۔ حارث بل کھا کر رہ گیا۔ اس حارب کو تو وہ بعد میں پوچھے گا۔ سونیا بھی کتابیں سمیٹنے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر ابھی بھی تپا دینے والی مسکراہٹ تھی۔

''ایک بات پوچھوں؟'' وہ دونوں سر فاروق کی اکاؤنٹس، کلاس لے رہی تھیں۔ جب سونیا نے رجسٹر پر لکھ کر رجسٹر ہانیہ کی طرف بڑھایا۔

''بولو۔'' ہانیہ نے رجسٹر پر لکھا۔

''تمہیں حارب کیسا لگتا ہے؟'' اس نے لکھا ہانیہ نے لڑکوں کی سائیڈ پر حارث کے ساتھ بیٹھے حارب کو دیکھا۔ کیمل براؤن کلر کی شرٹ اور سفید ڈریس پینٹ میں ملبوس دراز قد اور ہینڈسم لڑکا۔ ہمیشہ کی طرح ہینڈسم ہی لگ رہا تھا۔ اس نے ایک نظر اپنے پیچھے بیٹھی ماہ نور کو دیکھا، وہ پوری کلاس میں سب سے خوب صورت لڑکی تھی، بہت سے لڑکوں کو اس پر کرش تھا مگر اسے حارب پسند تھا۔

''ہینڈسم بیسٹ فرینڈ۔'' اس نے لکھا۔

''آئی تھنک ہی از انوالوان یو۔'' اس نے حیرت سے سونیا کو دیکھا اور ہنس دی۔ بورڈ پر لکھتے سر فاروق نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ بہت سی اور گردنیں بھی پیچھے مڑیں۔ ہانیہ نے فوراً اپنے چہرے پر سنجیدگی طاری کی اور دوسروں کی طرح پیچھے دیکھنے لگی۔ سب

نظریں ہنسنے والی بے فیض کو تلاش کر رہی تھیں مگر حارب ہانیہ کو دیکھ رہا تھا وہ جانتا تھا کہ وہ ہنسی ہانیہ کی تھی اس ہنسی نے ہی تو اس کے راتوں کی نیند چرائی تھی۔ ہانیہ نے گردن سیدھی کر کے حارب کو دیکھا۔ وہ ہانیہ کو ہی دیکھ رہا تھا مگر آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی یا شاید ہانیہ کو لگا۔ ہانیہ نے کنفرم کرنا چاہا مگر اب وہ سر فاروق کی طرف متوجہ تھا۔ اس نے کندھے اچکا دیئے۔

سونیا کا دماغ واقعی خراب ہو گیا ہے۔ ہانیہ نے سوچا۔ کسی کو ہنستا نہ پا کر کلاس دوبارہ شروع ہو چکی تھی۔

"تمہیں ایسا کیوں لگا۔" ہانیہ نے لکھ کر رجسٹر سونیا کی طرف کیا۔ سر فاروق نے گردن گھما کر دیکھا۔ وہ دونوں بورڈ کو دیکھ کر سر ہلانے لگیں۔ سر فاروق پھر سے بورڈ کی جانب متوجہ ہوئے۔

"وہ زیادہ تر تمہیں ہی تکتا ہے اور تکتے ہوئے مسکراہٹ بھی ہوتی ہے۔" اس نے انگریزی میں لکھا۔

"مجھے تو ایسا نہیں لگتا۔" پیشانی پر کچھ بل نمایاں ہوئے۔

"میں نے نوٹ کیا ہے۔ وہ بہت احتیاط سے ایسا کرتا ہے۔ پہلے مجھے لگا میں غلطی کر رہی ہوں مگر اس دن ماہ نور بھی مجھ سے پوچھ رہی تھی۔ اسے بھی لگتا ہے کہ حارب تم میں انٹرسٹڈ ہے۔" ہانیہ کچھ حیران ہوئی۔ اس نے تو ایسا کبھی نہیں محسوس کیا۔

"اف ہم خواتین کی نظریں کتنی تیز ہوتی ہیں۔" اس نے فخر سے سوچا۔

شاید ان دونوں کے ساتھ رہ رہ کر مجھ میں خواتین کی یہ اسپیشل کوالٹی مس ہو گئی ہے۔ وہ ہاتھ پر ٹھوڑی ٹکائے سوچ رہی جب اس نے لاشعوری طور پر حارب کو دیکھا، وہ مکمل طور پر سر فاروق کی جانب متوجہ تھا۔

مگر کیا حارب سچ میں ایسا سوچ رہا ہے۔ حارب کی نظروں میں کچھ تھا یا شاید میں سونیا کی باتوں کو زیادہ ہی سریس لے رہی ہوں۔ سر فاروق چکر لگاتے ان کی طرف آئے۔ وہ اپنی ہی سوچوں میں غرق تھی۔ حارب نے کن اکھیوں سے ہانیہ کو دیکھا۔

"نوٹ بک دکھائیں۔" سر فاروق ہانیہ سے مخاطب تھے۔ ہانیہ نے پریشانی سے سونیا کو دیکھا۔ اگر سر نے وہ سب پڑھ لیا۔ اس نے پریشانی سے سوچا۔ ہانیہ نے رجسٹر سر فاروق کی طرف بڑھا دیا۔ اس سے پہلے سر وہ رجسٹر اپنے ہاتھ میں لیتے کلاس میں ایک عجیب سا شور برپا ہو گیا۔

"چوہا..... گرلز کی سائیڈ پر چوہا ہے۔" نہ جانے کون چلایا تھا۔ کلاس میں طوفان بدتمیزی برپا ہوا ہر کسی کو اپنے پیر کے نیچے چوہا نظر آنے لگا تھا۔ سر فاروق نے بے بسی سے کلاس کو دیکھا اور حارث نے حارب کو جو بالکل سنجیدہ سا کتاب بیگ میں ڈال رہا تھا۔

ہانیہ کا رکا سانس بحال ہوا۔ اس نے حارب کی طرف دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ہانیہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہاں کچھ ایسا تھا جو اس نے آج سے پہلے نہیں دیکھا تھا یا محسوس نہیں کیا تھا جو ہانیہ نے اب سے کچھ دیر پہلے دیکھا تھا۔

"ہی از سو پروٹیکٹو۔" سونیا نے ہانیہ کے کان میں سرگوشی کی۔

☆☆☆

شام کی چائے پر وہ ابو سے کوئی فرمائش کر رہی تھی۔ ابو مسکرا کر اس کی بات سن رہے تھے۔ جب بات کرتے کرتے اس نے حارب کو دیکھا۔ وہ ان لوگوں سے کچھ فاصلے پر بیڈمنٹن کورٹ کے پاس بیٹھا چہرہ ہاتھ پر ٹکائے لبوں پہ میٹھی سی مسکراہٹ لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ قریب ہی حارث کچھ بڑبڑاتے ہوئے نیٹ فکس کر رہا تھا۔ اس نے غور کیا وہ دماغی طور پر کہیں اور تھا۔ ہانیہ کی کھینچی کی طرح چلتی زبان کو ایک دم ہی بریک لگی تھی۔ حلق میں کچھ اٹک سا گیا تھا۔ آج وہ بیڈمنٹن نہیں کھیل سکے گی۔ اس نے سوچا اور گھر کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گئی۔

کلاس میں بھی وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

حارث بھائی اس کی باتوں سے تنگ آتے تھے مگر حارب ایسا نہیں کرتا تھا۔ وہ ابو کی طرح اس کی ہر بات بہت توجہ سے سنتا تھا۔ وہ فیشن میں انٹرسٹڈ نہیں تھا مگر ہانیہ کے ساتھ فیشن میگزینز ڈسکس کیا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ کیک بیک کرتا تھا۔ حارث اور ہانیہ کی لڑائی میں وہ ہمیشہ ہانیہ کی سائیڈ لیتا تھا۔ ہانیہ کی اسائنمنٹ لکھا کرتا تھا۔ اکثر کلاس میں بھی اسے پروٹیکٹ کرتا تھا جیسے آج کیا تھا۔

''کیا واقعی حارب کو مجھ سے محبت ہے؟'' وہ چھت پر کھڑی تاروں سے پوچھ رہی تھی۔

تارے دھیما سا مسکرائے ابھی راز سے پردہ اٹھانے کا وقت نہیں ہوا تھا۔

کیا میں حارب کے بغیر اپنی زندگی کا تصور کر سکتی ہوں؟ اس نے پھر سے سوال کیا۔ مگر وہ کچھ نہیں بولے۔ چاند بھی مسکرا رہا تھا۔

اس نے فیصلہ وقت پر چھوڑ دیا اور وقت تو ہر راز سے پردہ اٹھا ہی دیتا ہے۔ آج نہیں تو کل۔ اسے اس سوال کا جواب بھی مل ہی جائے گا۔

''اگلے بہت سے دن وہ حارب سے نظریں نہ ملا سکی۔ جانے ایسا کیا تھا کہ اب وہ حارب سے پہلے کی طرح بات نہیں کر پاتی تھی۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگتا تھا، آنکھیں خود بخود جھک جاتی تھیں اور وہ بولتے بولتے اٹک جاتی۔ حارب وہ سب محسوس کر رہا تھا اسے ہانیہ کے بدلتے انداز سمجھ آ رہے تھے۔ اسے ہانیہ کا نظریں جھکا کر بات کرنا اچھا لگنے لگا تھا۔ وہ اکثر تم کہتی کہتی آپ کہہ جایا کرتی تھی۔ بات کرتے کرتے اس کے گال گلابی ہو جاتے۔ ہر بار اس نے بدلے انداز دیکھ کر اسے نئے سرے سے ہانیہ سے محبت ہو جاتی تھی۔

''تمہاری یہ پہلی محبت مجھے ہر بار تم سے نئی سے محبت کروا دیتی ہے۔ نہ جانے کتنی بار محبت کر چکا ہوں تم سے۔'' وہ ہر روز تصور میں ہانیہ سے کہتا۔

☆☆☆

سرما کا اختتام تھا۔ درختوں کے مرجھائے پتے خزاں کی آمد کا اعلان کر رہے تھے۔ باسکٹ بال کا فائنل میچ جاری تھا۔ وہ خاموش سی بیٹھی میچ دیکھ رہی تھی۔ آج کینٹین جانے کی باری حارث کی تھی۔ حارب ابھی ابھی کال پر بات کرتا وہاں سے اٹھا تھا۔ سونیا کی امی بیمار تھیں۔ اس لیے یونیورسٹی نہیں آئی تھی۔ سینئرز اور جونیئرز دونوں اچھا کھیل رہے تھے۔ اچانک اس کا فون بج اٹھا۔ شور بہت زیادہ تھا۔ وہ فون کو کان سے لگائے اگلی رو تک آئی جب اسے اپنے پیچھے سے حارب کی آواز سنائی دی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ حارب ہاتھ اوپر کیے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ ہانیہ نے بھی آسمان کی طرف دیکھا۔ باسکٹ بال بالکل ہانیہ کے سر پر لگنے والی تھی۔ اس نے گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر کور کر لیا اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ سب آوازیں دم توڑ گئیں۔ اسے لگا اس کے سر سے خون بہہ رہا ہے۔

''آنکھیں کھول لو۔'' اسے حارب کی آواز سنائی دی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ بال حارب کے ہاتھ میں تھی۔ آس پاس کے اسٹوڈنٹس تالیاں بجا رہے تھے۔ حارب نے بال گراؤنڈ کی طرف پھینک دی۔

''خیال رکھا کرو اپنا۔'' وہ کہتا آگے بڑھ گیا۔ ہانیہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دی۔

''تم ہو تو سہی۔'' اس نے دل میں سوچا۔

''تم آج کل اتنی خاموش کیوں رہنے لگی ہو؟'' وہ اس سے آگے چلتا پوچھ رہا تھا۔

''ایسے ہی۔'' وہ جرسی کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس کے پیروں کے نشان پر چلتی کہہ رہی تھی۔

''تم ویسے ہی تو نہیں چپ رہ سکتی۔'' وہ مڑا اور ذرا سا جھک کر براہ راست ہانیہ کی آنکھوں میں دیکھتا بولا۔

''پتا نہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا؟'' وہ بولی۔ اب حارب سے کیسے چھپائے۔ اس نے دل میں سوچا۔

''کیا پریشانی ہے۔ مجھے بتاؤ۔'' اس نے نرمی سے۔

''کچھ نہیں۔'' وہ نفی میں سر ہلا کر بولی۔ آنکھوں میں آنسو بھرنے لگے تھے۔

''رونے کا سوچ رہی ہو؟'' وہ بولا۔ آنسو بہہ کر چہرے میں جذب ہونے لگے۔

''بتاؤ تو۔'' وہ بولا۔

''میں تمہارے سیکریٹس کسی کے ساتھ شیئر نہیں کرتا۔ بتاؤ! کیوں رو رہی ہوں۔'' نرمی مزید بڑھی۔

''مجھے انزائیٹی ہو رہی ہے بتانے میں۔'' وہ آنسو صاف کرتی بولی۔

''چلو پھر تمہاری انزائیٹی کا مستقل حل نکالتے ہیں۔'' وہ شرارت سے بولا۔ ہانیہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں ہمیشہ مل کر کیک بیک کریں۔ بیڈمنٹن کھیلیں۔ لانگ ڈرائیو پر چلیں۔ تمہاری فیشن میگزینز ڈسکس کریں۔ سیم ڈریسنگ بھی کریں۔ اور ہاں میں کچن میں تمہارے ساتھ کوکنگ بھی کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ بولا۔ مسکراہٹ واضح تھی۔

''کیا مطلب.....؟'' اسے حارب کی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

''مجھ سے شادی کرو گی؟'' وہ بولا۔ ہانیہ کو لگا وہ کچھ غلط سن رہی ہے۔ وہ حیرت سے اسے دیکھے گئی۔

''اب ہمیشہ ساتھ رہنے کے لیے شادی تو ضروری ہے۔'' وہ سادگی سے بولا۔ ہانیہ مسکرا دی۔ چہرے کا گلابی پن مزید بڑھ گیا تھا۔

''دیٹس لائک مائی گرل۔'' اس کی آنکھوں میں ایک نئی چمک ابھری ہانیہ زیادہ دیر تک حارب کی آنکھوں میں نہ دیکھ سکی۔ نظریں خود بخود جھک گئیں۔ حارب کو ساری دنیا اپنی مٹھی میں محسوس ہوئی۔

☆☆☆

شکستہ قدموں سے چلتی وہ سیڑھیوں تک آئی۔ سرد ہوا اس کے وجود سے ٹکرانے لگی۔ دسمبر کی سردی اور اداسی عروج پر تھی۔ سیاہ آسمان سفید بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر چاند کو دیکھا، چاند بھی بادلوں کی اوٹ سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''کیا یہ درست ہے؟'' ہانیہ نے اپنے دل پوچھا۔ دل خاموش رہا۔ وہ چھت پر ٹہلنے لگی۔

کیا ابو کے لیے میں اتنی بے معنی تھی۔ انہوں نے مجھ سے زیادہ اپنی انا کو اہمیت دی۔ وہ خود سے مخاطب تھی۔ اس کے دماغ نے بہت جلد ماضی کا سفر طے کیا۔ وہ دن کسی فلم کی اس کے دماغ میں چلنے لگا۔

حارب ڈرائینگ روم میں احمد صاحب کے سامنے بیٹھا تھا۔

''تم یوں بار بار یہاں آ کر مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔'' احمد صاحب ناپسندیدگی سے بولے۔

''انکل! مجھے آپ سے بہت امید ہے۔ ابو میری بات نہیں مان رہے۔ پلیز آپ ابو کی بات مان لیں۔'' وہ ہر وقت مسکرانے والا لڑکا بہت تھکا تھکا اور اداس لگ رہا تھا۔

''اگر تمہارے باپ کی نظریں بدل گئی ہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ دولت کی ہوس نے اس کو دیوانہ کر دیا ہے۔'' احمد صاحب بولے۔ انداز میں شکوہ بھی تھا۔ بھلا بچپن کے دوست ایسے نظریں بدلتے ہیں جیسے یوسف نے بدلی تھیں۔

''آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں مگر آپ تو وہی انکل ہیں ناں..... پلیز آپ پہل کر لیں۔'' وہ بہت امید سے کہہ رہا تھا۔

''ہمارے ہاں باپ اپنی بیٹیوں کے رشتے لے کر نہیں جایا کرتے۔ تمہارے باپ کو شرم آنی چاہیے تھی ایسی شرط رکھتے ہوئے اور ہانیہ ہم پر بوجھ نہیں ہے۔'' اب کی بار غصہ ناراضی پر غالب تھا۔

''آپ ابو کو جانتے ہیں۔ وہ اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ آپ میرے کہنے پر پہل کر لیں۔ میں ساری زندگی آپ کا احسان مند رہوں گا۔ ہانیہ کو کانٹا بھی نہیں چبھنے دوں گا۔ اپنی جان سے زیادہ حفاظت کروں گا ہانیہ کی۔''

وہ صوفے سے اٹھ کر احمد عزیز کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ حارث نے گہری سانس کھینچ کر اپنے کرب کو چھپایا۔ سعد بھائی خاموشی سے

حارب کو دیکھ رہے تھے۔ انکل یوسف کی یہ شرط ناقابل منظور تھی۔ ورنہ حارب تو اسے بہت پسند تھا۔

"ابو! حارب کی بات مان لیں۔" ہانیہ گیسٹ روم میں داخل ہوئی احمد عزیز سے بولی۔

"لے کر جاؤ اسے۔" احمد صاحب حارث سے بولے۔

"ابو! حارب ٹھیک کہہ رہا ہے۔ وہ ہانیہ کو بہت چاہتا ہے۔ آپ پہل کر لیں۔ انکل یوسف نے جان بوجھ کر یہ شرط رکھی ہے تاکہ نہ آپ پہل کریں اور نہ ہی یوسف انکل کو حارب کی بات ماننی پڑے۔" حارث بالآخر خاموشی توڑتا بولا۔

"ابو! آپ تو میری ہر بات مان جاتے ہیں۔ مان جائیں میں اس کے بعد آپ سے کچھ نہیں مانگوں گی۔" ہانیہ یوسف صاحب کا بازو پکڑ کر بولی۔ وہ ہمیشہ ایسے ہی اپنی ہر ضد منوایا کرتی تھی۔ احمد صاحب نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو کھینچا اور کھڑے ہو کر ایک تھپڑ حارث کے منہ پر دے مارا۔ حارب بھی کھڑا ہو گیا۔

"شرم نہیں آتی تمہیں۔ باپ کے سامنے کھڑے ہو کر بہن کے عاشق کی حمایت کر رہے ہو۔ گھٹیا انسان۔" وہ دھاڑے تھے۔

"ابو! آپ مجھے جتنے چاہیں اور تھپڑ مار لیں مگر اپنی انا کی خاطر ہانیہ اور حارب کی قربانی نہ دیں۔ آپ کا یہ غلط فیصلہ انہیں جیتے جی مار دے گا۔" وہ بولا۔

"سعد! اسے میری نظروں سے دور لے جاؤ۔" احمد صاحب طیش زدہ سے بولے۔

"ابو..... ابو مان جائیں ابو ایسا نہ کریں۔" ہانیہ رو رہی تھی۔

"نورین..... ماریہ اسے لے جاؤ۔ ورنہ میرا ہاتھ اٹھ جائے گا۔ بے شرمی تو دیکھو۔ کیا یہ تربیت کی ہے تم نے اس کی۔" وہ ایک بار پھر سے دھاڑے تھے۔

نورین اور ماریہ ہانیہ کو لے جانے لگے۔ ہانیہ نے نم آنکھوں سے حارب کو دیکھا۔ وہ بے بس سا ہانیہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔ دونوں کی آنکھوں میں کرب تھا۔ دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ان کہے جملے اور وعدے تھے..... اور محبت تو کھیل ہی نظروں کا ہے۔

ہانیہ نے پلکیں جھپکائیں۔ آنسو آنکھوں سے بہہ نکلے۔ سیاہ بادل گہرے ہونے لگے تھے۔ چاند بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا تھا۔ ہانیہ چھت کے وسط میں کھڑی تھی۔ ایک طرف گہرا سیاہ اندھیرا تھا تو دوسری طرف چمک دار روشنی تھی۔ روشنی میں اعتماد اور یقین کے جگنو تھے تو دوسری طرف گہرے اندھیرے میں محبت کا ننھا سا چراغ تھا۔ ہانیہ نے گہری سانس لی۔ اسے ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ اعتماد کا روشن چراغ یا محبت کا ننھا سا جگنو۔

کبھی کبھار کچھ چیزیں چھوٹی ہونے کے باوجود انسان کے لیے بہت اہم ہو جاتی ہیں۔ جیسے آج ہانیہ کے لیے گہرے اندھیرے میں حارب کی محبت کا ننھا سا جگنو اپنے والد کے اعتماد کے چراغ سے زیادہ اہم ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے قدم گہرے اندھیرے کی طرف بڑھا دیے۔ اسے حارب کی محبت کے ننھے جگنو کا پیچھا کرنا تھا۔

ہم سب نے بہت کوششیں کی مگر آپ نہیں مانے۔ انکل یوسف میرے کچھ نہ لگتے تھے مگر آپ تو میرے ابو تھے۔ میرے اس غلط فیصلے کے ذمہ دار صرف آپ ہیں۔ اس نے گہری سانس لی اور اس ننھے جگنو کو حاصل کرنے کے لیے اندھیرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

وہ گاڑی سے ٹیک لگائے ہانیہ کے گھر کی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔ میدان خالی اور سنسان تھا ہانیہ کے گھر کے ساتھ والی دیوار حارب کے گھر کی تھی جو بالکل اس کے دل کی طرح خالی تھا۔ سفید ٹریک سوٹ، سفید شوز اور اس کی گہری اداس آنکھیں۔ گاڑی کے اندر ڈیش بورڈ پر سفید گجرے بھی پڑے تھے۔ وہ ہانیہ کے لیے

حارب کو دیکھ رہے تھے۔ انکل یوسف کی یہ شرط ناقابل منظور تھی۔ ورنہ حارب تو اسے بہت پسند تھا۔

''ابو! حارب کی بات مان لیں۔'' ہانیہ گیسٹ روم میں داخل ہوتی احمد عزیز سے بولی۔

''لے کر جاؤ اسے۔'' احمد صاحب حارث سے بولے۔

''ابو! حارب ٹھیک کہہ رہا ہے۔ وہ ہانیہ کو بہت چاہتا ہے۔ آپ پہل کرلیں۔ انکل یوسف نے جان بوجھ کر یہ شرط رکھی ہے تاکہ نہ آپ پہل کریں اور نہ ہی یوسف انکل کو حارب کی بات ماننی پڑے۔'' حارث بالآخر خاموشی توڑتا بولا۔

''ابو! آپ تو میری ہر بات مان جاتے ہیں۔ مان جائیں میں اس کے بعد آپ سے کچھ نہیں مانگوں گی۔'' ہانیہ یوسف صاحب کا بازو پکڑ کر بولی۔ وہ ہمیشہ ایسے ہی اپنی ہر ضد منوایا کرتی تھی۔ احمد صاحب نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو کھینچا اور کھڑے ہو کر ایک تھپڑ حارث کے منہ پر دے مارا۔ حارب بھی کھڑا ہو گیا۔

''شرم نہیں آتی تمہیں۔ باپ کے سامنے کھڑے ہو کر بہن کے عاشق کی حمایت کر رہے ہو۔ گھٹیا انسان۔'' وہ دھاڑے تھے۔

''ابو! آپ مجھے جتنے چاہیں اور تھپڑ مار لیں مگر اپنی انا کی خاطر ہانیہ اور حارب کی قربانی نہ دیں۔ آپ کا یہ غلط فیصلہ انہیں جیتے جی مار دے گا۔'' وہ بولا۔

''سعد! اسے میری نظروں سے دور لے جاؤ۔'' احمد صاحب طیش زدہ سے بولے۔

''ابو..... ابو مان جائیں ابو ایسا نہ کریں۔'' ہانیہ رو رہی تھی۔

''نورین..... ماریہ اسے لے جاؤ۔ ورنہ میرا ہاتھ اٹھ جائے گا۔ بے شرمی تو دیکھو۔ کیا یہ تربیت کی ہے تم نے اس کی۔'' وہ ایک بار پھر سے دھاڑے تھے۔

نورین اور ماریہ ہانیہ کو لے جانے لگے۔ ہانیہ نے نم آنکھوں سے حارب کو دیکھا۔ وہ بے بس سا ہانیہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔ دونوں کی آنکھوں میں کرب تھا۔ دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ان کہے جملے اور وعدے تھے..... اور محبت تو کھیل ہی نظروں کا ہے۔

ہانیہ نے پلکیں جھپکائیں۔ آنسو آنکھوں سے بہہ نکلے۔ سیاہ بادل گہرے ہونے لگے تھے۔ چاند بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا تھا۔ ہانیہ چھت کے وسط میں کھڑی تھی۔ ایک طرف گہرا سیاہ اندھیرا تھا تو دوسری طرف چمک دار روشنی تھی۔ روشنی میں اعتماد اور یقین کے جگنو تھے تو دوسری طرف گہرے اندھیرے میں محبت کا ننھا سا چراغ تھا۔ ہانیہ نے گہری سانس لی۔ اسے ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ اعتماد کا روشن چراغ یا محبت کا ننھا سا جگنو۔

کبھی کبھار کچھ چیزیں چھوٹی ہونے کے باوجود انسان کے لیے بہت اہم ہو جاتی ہیں۔ جیسے آج ہانیہ کے لیے گہرے اندھیرے میں حارب کی محبت کا ننھا سا جگنو اپنے والد کے اعتماد کے چراغ سے زیادہ اہم ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے قدم گہرے اندھیرے کی طرف بڑھا دیے۔ اسے حارب کی محبت کے ننھے جگنو کا پیچھا کرنا تھا۔

ہم سب نے بہت کوششیں کی مگر آپ نہیں مانے۔ انکل یوسف میرے کچھ نہ لگتے تھے مگر آپ تو میرے ابو تھے۔ میرے اس غلط فیصلے کے ذمہ دار صرف آپ ہیں۔ اس نے گہری سانس لی اور اس ننھے جگنو کو حاصل کرنے کے لیے اندھیرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

وہ گاڑی سے ٹیک لگائے ہانیہ کے گھر کی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔ میدان خالی اور سنسان تھا ہانیہ کے گھر کے ساتھ والی دیوار حارب کے گھر کی تھی جو بالکل اس کے دل کی طرح خالی تھا۔ سفید ٹریک سوٹ، سفید شوز اور اس کی گہری اداس آنکھیں۔ گاڑی کے اندر ڈیش بورڈ پر سفید کجرے بھی پڑے تھے۔ وہ ہانیہ کے لیے

اس کی پسند کے گجرے بھی لایا تھا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ آج وہ ان گجروں کو ہانیہ کی کلائیوں میں نہیں دیکھ سکے گا۔ آج ہانیہ کسی اور کی ہو جائے گی۔ وہ آج کے بعد کبھی ہانیہ کے ساتھ اپنا فیوچر پلان نہیں کر سکے گا، نہ کبھی ہانیہ کو بولتے دیکھ سکے گا اور نہ ہی کبھی دوبارہ مسکرا سکے گا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کا وجود لوہے کی کیلوں پر گھسیٹا جا رہا ہو اور اس کے جسم کے ساتھ ساتھ اس کی روح بھی تار تار ہو گئی ہو۔

''ابو! مجھے آپ کی بزنس ڈیل کا حصہ نہیں بننا۔ اگر ارحم بھائی کے ان لاز آپ کے بزنس میں انویسٹ کر رہے ہیں تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ میرے ان لاز بھی آپ کے بزنس پارٹنرز ہوں۔''

وہ سب اپنے نئے گھر کے لان میں شام کی چائے پی رہے تھے جب یوسف جلال نے حارب کی تانیہ سے شادی کی بات شروع کی۔ زاہدہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ یوسف صاحب کا یہ نیا روپ ان کو پریشان کر رہا تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ حارب ہانیہ کو پسند کرتا ہے اور وہ خود بھی اپنے بیٹے کی پسند پر راضی تھیں۔

''میں تانیہ کے علاوہ کسی اور لڑکی سے تمہاری شادی نہیں کروں گا۔'' وہ چائے کا کپ ٹیبل پر رکھتے بولے۔

''اور میں آپ کی کسی بزنس ڈیل کا حصہ نہیں بنوں گا۔ آپ کے یوں اچانک اپنا آبائی گھر چھوڑ کر یہاں آنے کی وجہ معلوم ہے، پر آپ بھی میرے دل کے راز سے واقف ہیں۔'' وہ نرمی سے بولا۔ ارحم خاموشی سے سب سن رہا تھا۔

''کامیابی حاصل کرنے کے لیے انسان بہت کچھ قربان کرتا ہے۔ میں اپنی نسل کا فیوچر سکیور کرنا چاہتا ہوں۔'' اب کی بار یوسف بھی نرمی سے بولے۔

''کامیابی کے لیے شارٹ کٹ نہیں لیے جاتے ابو! کامیابی کو اپنے بل بوتے پر، اپنی محنت سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کی آواز میں تحمل تھا۔''

''تم میری بات سمجھ کیوں نہیں رہے۔ اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ اس کا باپ ہمارے شہر کا بڑا بزنس مین ہے۔'' وہ دبے دبے غصے سے بولے۔

''آپ میری بات سمجھیں محبت میں سودے بازی نہیں ہوتی۔ محبت میں فائدہ نقصان نہیں دیکھا جاتا۔'' وہ تحمل سے بولا۔

''یہ سب کتابی باتیں ہیں۔'' یوسف صاحب کا صبر جواب دے گیا۔

''یہ کڑوا سچ ہے ابو۔ رشتوں میں کاروبار نہیں کیا جاتا اور محبت میں تو بالکل بھی نہیں۔'' وہ بولا۔ زاہدہ اور ارحم خاموشی سے سب دیکھ رہے تھے۔

''وہ بے وقوف لڑکی.....'' یوسف صاحب اس سے آگے کچھ نہ بول سکے۔

''ابو، پلیز ایسے الفاظ استعمال نہ کریں۔'' حارب بولا۔ اب کی بار انداز مختلف تھا۔ یوسف صاحب ایک پل کو ٹھٹکے ان کے اندر کے بزنس مین نے اس بازی کو ٹھنڈے دماغ سے کھیلنے کا فیصلہ کیا۔

''ہانیہ مری بہن ہے ابو! اس کے لیے ایسے الفاظ نہ ادا کریں۔ میں حارب کے ساتھ ہوں۔ اگر اسے ہانیہ پسند ہے تو پھر اسے ہانیہ سے ہی شادی کرنی چاہیے۔'' ارحم بھی بول اٹھا۔

''ٹھیک ہے..... احمد سے کہو! میرے گھر آ کر اپنی بیٹی کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے دے۔'' ان کی نئی منطق پر وہ رنگ رہ گیا۔

''ناممکن..... آپ میری محبت کے ساتھ اپنی دوستی کی بھی توہین کر رہے ہیں۔'' حارب نفی میں سر ہلاتا بولا۔

''ابو! اب آپ زیادتی کر رہے ہیں۔ انکل احمد ایک خوددار انسان ہیں۔'' ارحم کو اپنے ابو کا یہ بدلا انداز سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ زاہدہ نے سر تھام لیا تھا۔

''کیا دولت میں اتنی طاقت ہے کہ یوسف بچپن کی دوستی کا لحاظ بھی بھول گئے ہیں۔'' انہوں نے اپنے ہم سفر کو دیکھ کر سوچا۔

''اگر احمد میرے گھر آ جائے تو ٹھیک اور اگر نہیں تو تم اپنی ماں کا گھر اجاڑ کر ہانیہ کے ساتھ اپنا گھر

اس کی پسند کے گجرے بھی لایا تھا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ آج وہ ان گجروں کو ہانیہ کی کلائیوں میں نہیں دیکھ سکے گا۔ آج ہانیہ کسی اور کی ہو جائے گی۔ وہ آج کے بعد کبھی ہانیہ کے ساتھ اپنا فیوچر پلان نہیں کر سکے گا، نہ کبھی ہانیہ کو بولتے دیکھ سکے گا اور نہ ہی کبھی دوبارہ مسکرا سکے گا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کا وجود لوہے کی کیلوں پر گھسیٹا جا رہا ہو اور اس کے جسم کے ساتھ ساتھ اس کی روح بھی تار تار ہو گئی ہو۔

''ابو! مجھے آپ کی بزنس ڈیل کا حصہ نہیں بننا۔ اگر ارحم بھائی کے ان لاز آپ کے بزنس میں انویسٹ کر رہے ہیں تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ میرے ان لاز بھی آپ کے بزنس پارٹنرز ہوں۔''

وہ سب اپنے نئے گھر کے لان میں شام کی چائے پی رہے تھے جب یوسف جلال نے حارب کی تانیہ سے شادی کی بات شروع کی۔ زاہدہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ یوسف صاحب کا یہ نیا روپ ان کو پریشان کر رہا تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ حارب ہانیہ کو پسند کرتا ہے اور وہ خود بھی اپنے بیٹے کی پسند پر راضی تھیں۔

''میں تانیہ کے علاوہ کسی اور لڑکی سے تمہاری شادی نہیں کروں گا۔'' وہ چائے کا کپ ٹیبل پر رکھتے بولے۔

''اور میں آپ کی کسی بزنس ڈیل کا حصہ نہیں بنوں گا۔ آپ کے یوں اچانک اپنا آبائی گھر چھوڑ کر یہاں آنے کی وجہ معلوم ہے، پر آپ بھی میرے دل کے راز سے واقف ہیں۔'' وہ نرمی سے بولا۔ ارحم خاموشی سے سب سن رہا تھا۔

''کامیابی حاصل کرنے کے لیے انسان بہت کچھ قربان کرتا ہے۔ میں اپنی نسل کا فیوچر سیکور کرنا چاہتا ہوں۔'' اب کی بار یوسف بھی نرمی سے بولے۔

''کامیابی کے لیے شارٹ کٹ نہیں لیے جاتے ابو! کامیابی کو اپنے بل بوتے پر، اپنی محنت سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کی آواز میں تحمل تھا۔''

''تم میری بات سمجھ کیوں نہیں رہے۔ اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ اس کا باپ ہمارے شہر کا بڑا بزنس مین ہے۔'' وہ دبے دبے غصے سے بولے۔

''آپ میری بات سمجھیں محبت میں سودے بازی نہیں ہوتی۔ محبت میں فائدہ نقصان نہیں دیکھا جاتا۔'' وہ تحمل سے بولا۔

''یہ سب کتابی باتیں ہیں۔'' یوسف صاحب کا صبر جواب دے گیا۔

''یہ کڑوا سچ ہے ابو۔ رشتوں میں کاروبار نہیں کیا جاتا اور محبت میں تو بالکل بھی نہیں۔'' وہ بولا۔ زاہدہ اور ارحم خاموشی سے سب دیکھ رہے تھے۔

''وہ بے وقوف لڑکی.....'' یوسف صاحب اس سے آگے کچھ نہ بول سکے۔

''ابو، پلیز ایسے الفاظ استعمال نہ کریں۔'' حارب بولا۔ اب کی بار انداز مختلف تھا۔ یوسف صاحب ایک پل کو ٹھٹکے ان کے اندر کے بزنس مین نے اس بازی کو ٹھنڈے دماغ سے کھیلنے کا فیصلہ کیا۔

''ہانیہ مری بہن ہے ابو! اس کے لیے ایسے الفاظ نہ ادا کریں۔ میں حارب کے ساتھ ہوں۔ اگر اسے ہانیہ پسند ہے تو پھر اسے ہانیہ سے ہی شادی کرنی چاہیے۔'' ارحم بھی بول اٹھا۔

''ٹھیک ہے..... احمد سے کہو! میرے گھر آ کر اپنی بیٹی کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے دے۔'' ان کی نئی منطق پر وہ رنگ رہ گیا۔

''ناممکن..... آپ میری محبت کے ساتھ اپنی دوستی کی بھی توہین کر رہے ہیں۔'' حارب نفی میں سر ہلاتا بولا۔

''ابو! اب آپ زیادتی کر رہے ہیں۔ انکل احمد ایک خوددار انسان ہیں۔'' ارحم کو اپنے ابو کا یہ بدلا انداز سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ زاہدہ نے سر تھام لیا تھا۔

''کیا دولت میں اتنی طاقت ہے کہ یوسف بچپن کی دوستی کا لحاظ بھی بھول گئے ہیں۔'' انہوں نے اپنے ہم سفر کو دیکھ کر سوچا۔

''اگر احمد میرے گھر آ جائے تو ٹھیک اور اگر نہیں تو تم اپنی ماں کا گھر اجاڑ کر ہانیہ کے ساتھ اپنا گھر

نہیں ہوسکتا۔ اندھیرے میں دھوکے اور ذلت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔'' اسے امی کی کہی گئی بات یاد آئی۔

''مجھے تو پہلے قدم پر ہی ٹھوکر لگ گئی ہے۔ کیا میں اپنے ماں باپ کو ناراض کر کے خوش رہ سکوں گی؟'' اس نے اپنے پیر کو دیکھتے ہوئے سوچا۔

''یوسف کو میں تم دونوں سے پہلے سے جانتا ہوں۔ وہ میرے بچپن کا دوست ہے اور اگر وہ کسی بات سے انکار کر دے تو قیامت تک اپنی بات پر قائم رہتا ہے۔ وہ اپنے بیٹے کی شادی کبھی بھی ثانیہ کے علاوہ کسی اور سے نہیں کرے گا۔ پیسے کی لالچ میں وہ حارب کا سودا کرنے سے بھی نہیں کترائے گا۔ میں تمہیں سب کچھ جانتے ہوئے اندھے کنوئیں میں چھلانگ نہیں لگانے دوں گا۔'' اس کے دماغ میں کچھ دن پہلے کا منظر ایک فلم کی مانند چلنے لگا۔

''آپ ایک کوشش تو کرتے میرے لیے اپنی بیٹی کے لیے۔'' وہ رو رہی تھی اپنے باپ سے شکوہ کر رہی تھی۔

''میں نے تمہیں حقیقت پسندی بھی سکھائی تھی۔ پہلی بات، میں خود سے تمہارا رشتہ لے کر نہیں جاؤں گا۔ اور اگر میں چلا بھی جاؤں تو یوسف تم لوگوں کو کبھی ساتھ نہیں رہنے دے گا۔'' احمد عزیز ہموار لہجے میں بولے۔ وہ حارب کو گھر سے نکالنے کے بعد ثانیہ کے کمرے میں آئے تھے، وہ ان کی لاڈلی بیٹی تھی اور محبت کوئی جرم تو نہیں تھا جو وہ اپنی بیٹی سے منہ ہی موڑ لیتے۔ وہ اس کو معاملے کی نزاکت سمجھانا چاہتے تھے۔

''تم ٹھیک ہو؟'' حارب کی آواز اسے حال میں کھینچ کر لائی جہاں اس کا سارا وجود کانپ رہا تھا۔ اس نے اپنے پیر کو دیکھا۔ حارب اس کی بینڈیج کر چکا تھا۔ اس نے حارب کی آنکھوں میں دیکھا وہاں خلوص اور محبت تھی مگر۔ وہاں ابو کی آنکھوں جیسی شفقت نہیں تھی۔ وہ ان شفیق آنکھوں کو دھوکا نہیں دے سکتی۔ ابو مجھے کبھی معاف نہیں کریں گے۔ میں ابو کی آنکھوں میں دوبارہ کبھی بھی اپنے لیے پہلے جیسی شفقت نہیں دیکھ سکوں گی۔'' چند لمحوں میں اس نے صدیوں کا فاصلہ طے کیا۔ اپنی آنکھ کھلنے سے اب تک کا..... کیا ابو یہ صدمہ برداشت کر لیں گے؟ کیا وہ واقعی انا پرست ہیں مگر ابو تو کبھی بھی آنا پرست نہیں تھے۔ وہ تو ہمیشہ سے ایسے ہی خوددار انسان تھے۔ کیا میں نے ابو کو سمجھنے میں غلطی کر دی؟ کیا ان کی خودداری یہ صدمہ برداشت کر سکے گی؟'' اس نے سوچا۔

''اگر ابو کو کچھ ہو گیا تو وہ خود کو کبھی معاف نہیں کر سکے گی۔ کیا واقعی میری تقدیر میں اس طرح بھاگنا لکھا تھا؟ پر اللہ نے تو مجھے عقل سے بھی نوازا ہے۔ مجھے اس طرح گھر سے نہیں بھاگنا چاہیے۔'' اس نے خود سے کہا۔

''مجھے واپس جانا ہے۔'' وہ اپنا پیر حارب کے ہاتھ سے کھینچتی بولی۔ حارب نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ گاڑی کی مدھم سی پیلی روشنی میں وہ حارب کے چہرے پر پھیلنے والی مایوسی دیکھ سکتی تھی۔

اس نے اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکلنا چاہا۔ مگر حارب نے اس کا بازو پکڑ کر روک دیا۔ اس بار اس کی گرفت میں نرمی نہیں تھی۔

''مت جاؤ۔'' وہ درخواست گزار لہجے میں بولا۔

''حارب، میں تم سے محبت کرتی ہوں مگر میرا یہ فیصلہ ہمارے ماں باپ کا سر جھکا دے گا۔ میرے ابو نے بہت لاڈ سے پرورش کی ہے میری۔ میں اپنی امی کا قیمتی اثاثہ ہوں۔ میں اپنے اس غلط فیصلے سے پیچھے ہٹ رہی ہوں۔'' وہ اپنا بازو چھڑاتی ہوئی بولی۔ مگر حارب کی گرفت مضبوط تر ہو گئی۔

''میں تمہارے بغیر کیسے رہوں گا۔'' وہ بولا۔

''میں نہیں جانتی مجھے واپس جانا ہے۔'' وہ بولی۔ کچھ بے قابو آنسو چہرے پر پھسل گئے۔

''حارب، میں تمہاری محبت کے بغیر زندہ رہ لوں گی۔ مگر ابو میرے اس طرح گھر سے بھاگنے پر مر جائیں گے۔'' وہ اب دوسرے ہاتھ سے اپنا بازو چھڑا رہی تھی۔

''میں بھی مر جاؤں گا تمہارے بغیر.....'' وہ

بسالینا۔" وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے حارب کی کمزور نبض دبا رہے تھے۔ زاہدہ نے دل پر ہاتھ رکھ کر یوسف کو دیکھا۔

"ابو! دولت کی ہوس نے آپ کو اندھا کر دیا ہے۔" ارحم کہہ کر رکا نہیں تھا۔ حارب بے یقین سے اپنے شفیق باپ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ماضی کی گہری سوچوں میں غرق تھا۔ جب اسے اپنے موبائل کی بپ سنائی دے۔ ہانیہ کا نام جگمگا رہا تھا۔ حارب نے جلدی سے میسج کھولا۔

"میں تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں۔" بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ حارب نے اس کا میسج کئی بار پڑھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے ہانیہ کو کال کی مگر ہانیہ اس کی کال سے پہلے ہی میدان کی دیوار تک آ گئی تھی وہی دیوار جس پر چڑھنا اسے حارب نے ہی سکھایا تھا۔ حارب نے بے یقینی سے ہانیہ کو دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے اس کا دل دھڑکنا ہی بھول گیا۔ اسے لگا کے اس کی ڈوبتی ہوئی سانسیں اسے واپس لوٹا دی گئی ہیں۔

جیسے اس کے جسم کو لوہے کی کیلوں سے اتار کر گلاب کی پتیوں پر رکھ دیا گیا ہے۔ اس نے فوراً اپنی گاڑی سے فولڈنگ سیڑھی نکالی اور اسے دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ ہانیہ احتیاط سے قدم رکھتی نیچے اتر رہی تھی حارب نے سیڑھی کو مضبوطی سے تھام رکھا تھا مگر اچانک ہانیہ کا پیر پھسلا جوتی اس کے پیر سے دور جا گری۔ حارب نے اس کو گرنے سے تو بچا لیا مگر نیچے پڑا شیشے کا ٹکڑا ہانیہ کے پیر میں گھس گیا۔ حارب احتیاط سے ہانیہ کو سہارا دیے گاڑی تک لایا اور فرنٹ سیٹ پر بٹھا دیا۔ آنسو ہانیہ کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔ سخت سردی میں لگنے والی چوٹ درد کو ناقابل برداشت بنا رہی تھی۔ گاڑی میں ہیٹر چلنے کی وجہ سے سردی باہر کی نسبت کم تھی۔ حارب ٹشو سے خون صاف کرنے لگا۔ اندر چلنے والی مدھم زرد روشنی میں بھی وہ ہانیہ کے چہرے پر درد دیکھ سکتا تھا۔

"بہت درد ہو رہا ہے؟" وہ پریشانی سے بولا تو ہانیہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تم کب سے جھوٹ بولنے لگی۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ وہ ہانیہ کو جانتا تھا شاید اس سے بھی زیادہ۔

"کیا یہ درد اپنے ماں باپ کو چھوڑنے کے درد سے زیادہ ہو سکتا ہے۔" وہ بولی تو آنسو پھر سے بہہ نکلے۔

"میں جانتا ہوں اسی لیے تو تمہیں لینے آیا ہوں۔" وہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔

"تم..... تم مجھے کچھ دیر کے لیے تو اس دکھ سے بچا سکتے ہو مگر یہ دکھ تو ہمیشہ کا ہے۔ ماں باپ کو چھوڑنے کا دکھ..... اور وہ بھی رات کے اندھیرے میں" اب کی بار وہ ہچکیوں سے رونے لگی۔ اتنے دنوں سے قید آنسو ٹوٹی لڑی کے موتیوں کی مانند سرخ گالوں پر بکھر گئے۔

"ہانیہ..... خدا کے لیے ایسے مت کرو۔ تم جانتی ہو کہ میں تمہیں روتے نہیں دیکھ سکتا۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر وہ موتی چن لیے۔ پیر کی تکلیف شاید بے معنی ہو گئی تھی۔

"کاش..... کاش یہ سب ایسے نہ ہوتا۔"

"کچھ چیزیں تقدیر میں پہلے سے لکھ دی گئی ہوتی ہیں۔ شاید ہمارا ملنا بھی ایسے ہی لکھا ہو۔ ہم بعد میں اپنے گھر والوں کو منا لیں گے۔" حارب کے لہجے میں بہت مٹھاس تھی۔ "اور یہ دیکھو..... اب خون بند ہو گیا ہے۔ تم گہری سانس لو میں شیشہ نکال دیتا ہوں۔" وہ نرمی سے کہتا شیشہ نکال گیا۔ خون پھر سے نکلنے لگا۔ حارب کا سفید ٹراؤزر سرخ ہو رہا تھا مگر وہ ہانیہ کے پیر سے خون روکنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ سرخ رنگ کا خون سفید کپڑے کو داغ دار کر رہا تھا بالکل ویسے ہی جیسے اس کا رات کو گھر سے بھاگ جانا اس کے ابو کی عزت کو داغ دار کرنے والا تھا۔ ہانیہ نے دھیان بھٹکانے کے لیے باہر دیکھا وسیع میدان خالی تھا ہر طرف اندھیرا اور گہری خاموشی تھی۔

"اندھیرے میں کیا گیا کام کبھی بھی درست

بولا۔
''کوئی کسی کے بغیر نہیں مرتا حارب! تم بھی نہیں مرو گے میرے بغیر۔'' وہ روتی ہوئی بول رہی تھی۔
''میری زندگی میں تمہارا کسی اور کو مل جانا مجھے ماردے گا۔ مجھے اس اذیت سے بچالو۔'' اس نے روتے ہوئے ہانیہ کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔
''حارب، ایسا مت کرو۔ مجھے جانے دو۔ تمہیں تمہاری محبت کا واسطہ۔'' وہ حارب کے ہاتھوں پر ماتھا ٹکائے رونے لگی۔ حارب بھی رو رہا تھا۔ دور اندھیرے کی اوٹ میں کھڑی قسمت بھی رو دی۔
''تمہارے ابو تمہارا نہیں سوچ رہے۔ تم بھی مت سوچو۔ میں بھی اپنے ماں باپ کا نہیں سوچ رہا۔'' وہ کسی چھوٹے بچے کی سی معصومیت سے بولا۔
''ہمارے معاشرے میں مرد کا گناہ ہمیشہ معاف کردیا جاتا ہے مگر عورت کا گناہ نہ تو کبھی معاف کیا جاتا ہے اور نہ ہی بھلایا جاتا ہے۔ یہ معاشرہ میرے ابو کو جیتے جی ماردے گا اور میرے لیے میرے ابو سب سے اہم ہیں میری ذات اور تمہاری محبت سے بھی۔''
''اور اگر میں مرگیا۔'' وہ بولا۔
''میں پھر بھی ابو کو ہی اہمیت دوں گی۔'' اس کی آنکھیں اس کی زبان کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔
اس نے بے یقینی سے ہانیہ کو دیکھا۔
حارب کی گرفت کچھ ڈھیلی ہوئی تو وہ ہاتھ چھڑاتی گاڑی سے باہر نکل گئی آنسو ابھی بھی آنکھوں سے رواں تھے۔
حارب وہیں بیٹھا بے یقینی سے اپنے خالی ہاتھ دیکھتا رہ گیا..... اور محبت کرنے والوں کے ہاتھ تو اکثر خالی ہی رہ جاتے ہیں۔
ہانیہ اپنے زخمی پیر کے ساتھ واپسی کے راستے پر چل رہی تھی۔ اس کو چلنے میں تکلیف ہو رہی تھی مگر وہ چل رہی تھی۔ اسے وہیں واپس جانا تھا جہاں یقین کے چراغ اس کے منتظر تھے۔ اب اسے محبت کے جگنو کو حاصل کرنے کی تمنا نہیں رہی تھی۔ اسے یقین کے اس چراغ کی حفاظت کرنا تھی جو احمد عزیز نے اس کے نام پر جلایا تھا۔ اس نے اپنا زخمی پیر سیڑھی پر رکھا درد کے احساس نے اس کو جھوڑا مگر اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔ واپسی کا راستہ مشکل تو ہوتا ہے مگر راستہ بھول کر بھٹک جانے سے بہتر ہے۔ اس نے ایک نظر آسمان کو دیکھا۔ آنکھیں نم تھیں دل زخمی تھا۔
''ہم دیکھ رہے ہیں تمہارا بار بار آسمان کی طرف منہ کرنا۔''
اس نے دل میں آیت دہرائی۔
''اے ساتوں آسمان اور زمین کے مالک مجھے صرف آپ سے امید ہے۔ جس نے حارب کی محبت میرے دل میں ڈالی۔ میں اپنی محبت سے دستبردار ہوئی ہوں۔ مجھے صبر دے۔ میری رہنمائی کر۔ میری مدد فرما۔'' وہ نم آنکھوں سے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔
''حارب تکلیف میں ہے وہ جانتی تھی مگر کوئی کسی کے بغیر نہیں مرتا حارب بھی سنبھل جائے گا۔''
وہ اس کی پہلی اور آخری محبت تھا۔ وہ حارب کو کبھی نہیں بھلا سکتی مگر وہ حارب کو حاصل بھی نہیں کر سکتی تھی اس کے لیے حارب کی محبت بالکل چاند کی طرح تھا خوب صورت مگر لاحاصل۔ اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا کیونکہ پیچھے مڑ کر دیکھنے والے تو پتھر ہو جایا کرتے ہیں۔ اس نے گہری سانس لی اور آگے بڑھ گئی۔ وہ اپنی محبت سے دستبردار ہو چکی تھی۔
حارب گاڑی میں بیٹھا اپنی محبت کو خود سے دور جاتا دیکھ رہا تھا۔ وہ اب بھی سانس لے رہا تھا اس کی روح بھی اس کے جسم میں موجود تھی مگر اس کا دل نہ جانے کہاں چلا گیا تھا۔ اسے اپنے جسم میں دل کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔
شاید اس کا دل کہیں کھو گیا ہو۔ یا مر گیا تھا یا پھر شاید ہانیہ کے پاس رہ گیا ہو۔ ویسے بھی اب دل کے ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا تھا۔
وہ ہانیہ کو اندھیرے میں ڈوبتا ہوا دیکھ رہا تھا مگر اسے کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

کیا انسان سانس رکنے پر ہی مرتا ہے۔
کیا سانس کا چلتے رہنا ہی زندگی کی نشانی ہے۔
کبھی کبھی انسان زندہ رہتے ہوئے بھی مر جاتا ہے جیسے ابھی ابھی حارب یوسف مر گیا تھا۔
اس کی سانسیں چل رہی تھیں۔
آنکھیں دیکھ رہی تھیں۔
مگر دل..... ہاں اس کا دل مر گیا تھا۔

☆☆☆

''چلا گیا وہ؟'' ماریہ بھابھی جو کمرے میں اس کی منتظر تھیں۔ جلدی سے بولیں۔
''کیا ساتھ جا سکتی تھی؟'' اس نے الٹا سوال کیا۔
''اسجد کو دل سے قبول کر لو۔'' وہ بولیں۔
''دل منافق نہیں ہوتا بھابھی! دل ایک بار جسکا ہو جائے پھر اسی کا رہتا ہے۔ دل شرک نہیں کرتا۔'' وہ بولی۔
''تم منافق نہیں ہو۔'' وہ بولیں۔
''میں کبھی اسجد سے محبت نہیں کر سکوں گی۔ پر مجھے ساری زندگی اسی کے ساتھ گزارنی ہو گی۔ یہ منافقت نہیں تو اور کیا ہے۔'' وہ بولی۔
''بھابھی! ابو سے کہیں کہ وہ تسلی سے سو جائیں۔ جب دل مر جائیں تو بغاوتیں نہیں کی جاتی۔ میرا دل بھی مر گیا ہے۔'' وہ دور خلا میں گھورتی بولی۔
''ہانیہ! اسجد بہت اچھا لڑکا ہے۔'' ماریہ بولیں۔
''میں نے کب کہا کہ وہ اچھا نہیں ہے۔ وہ بہت اچھا ہے مگر حارب نہیں ہے اور بات تو ساری حارب کی ہی ہے۔'' وہ کندھے سے شال اتارتی بولی۔
''ایسے تو زندگی بہت مشکل ہو جائے گی تمہاری۔'' نرمی سے سمجھانے کا انداز۔
''زندگی تو ویسے بھی آسان نہیں رہی اب۔'' وہ بغیر کسی تاثر کے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔
''آپ سو جائیں۔'' وہ کھڑکی کھول رہی تھی سرد ہوا کا جھونکا کمرے میں داخل ہوا۔ وہ کھڑکی سے باہر حارب کے گھر کو دیکھ رہی تھی۔ حارب کا گھر ویران تھا۔ بالکل اس کے دل کی طرح۔
''ہانیہ! تمہیں سردی لگ جائے گی۔'' ماریہ بھابھی پریشانی سے کھڑکی بند کرتی بولیں۔
''آپ نے کبھی اپنا وجود جلنے کی تپش محسوس کی ہے بھابھی؟ آپ نہیں جانتی محبت کی یہ آگ مجھے کیسے جلا رہی ہے۔ میرا وجود۔ میری روح تک جل رہی ہے۔ یہ سردی کیا؟ اس دنیا کی ساری سردی مل کر بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتی میرا۔'' وہ اندھیرے میں گھور رہی تھی۔
''بجھوتے کی آگ میں گرنے سے پہلے کچھ ٹھنڈی سانسیں تو لینے دیں شاید میرے وجود کی تپش کو کچھ سکون آ جائے۔'' وہ دوبارہ کھڑکی کھولتی بولی۔
ماریہ خاموشی سے باہر نکل گئیں۔ ہانیہ کی باتیں اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھیں۔ کاش ابو ایک بار تو انکل یوسف سے بات کرتے۔ ماریہ نے سوچا۔
''ابو بھی انکل یوسف کے جیسے انا پرست ہی نکلے۔'' وہ بڑبڑائیں۔

☆☆☆

گہرے اندھیرے میں سیاہ سڑک بہت ڈراؤنی اور خاموش لگ رہی تھی، دھند کی وجہ سے فاصلے فاصلے پر لگی روڈ لائیٹس گہری تاریکی کو مٹانے میں ناکام ہو رہی تھیں۔ اس نے خوف سے پیچھے مڑ کر دیکھا وہاں گہرا اندھیرا، پراسرار خاموشی اور دھند کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ خوف کی ایک شدید لہر اس کے ٹھنڈے وجود میں دوڑی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ راستہ کہاں جاتا ہے اور وہ یہاں کیسے آئی تھی۔ ٹھنڈ کی وجہ سے اس کے پیر بھی چلنے سے انکاری تھے اس نے ایک نظر اپنے پیر کی طرف دیکھا اس کا پیر زخمی نہیں تھا۔ مگر حارب نے تو آج ہی اس کے پیر پر پٹی کی تھی پھر ایسے اچانک اس کا پیر ٹھیک کیسے ہو گیا۔ اس نے روڈ لائیٹ کی روشنی میں اپنا پیر دیکھتے سوچا۔

کیا انسان سانس رکنے پر ہی مرتا ہے۔
کیا سانس کا چلتے رہنا ہی زندگی کی نشانی ہے۔
کبھی کبھی انسان زندہ رہتے ہوئے بھی مر جاتا ہے جیسے ابھی ابھی حارب یوسف مر گیا تھا۔
اس کی سانسیں چل رہی تھیں۔
آنکھیں دیکھ رہی تھیں۔
مگر دل..... ہاں اس کا دل مر گیا تھا۔

☆☆☆

''چلا گیا وہ؟'' ماریہ بھابھی جو کمرے میں اس کی منتظر تھیں۔ جلدی سے بولیں۔
''کیا ساتھ جا سکتی تھی؟'' اس نے الٹا سوال کیا۔
''اسجد کو دل سے قبول کر لو۔'' وہ بولیں۔
''دل منافق نہیں ہوتا بھابھی! دل ایک بار جسکا ہو جائے پھر اسی کا رہتا ہے۔ دل شرک نہیں کرتا۔'' وہ بولی۔
''تم منافق نہیں ہو۔'' وہ بولیں۔
''میں کبھی اسجد سے محبت نہیں کر سکوں گی۔ پر مجھے ساری زندگی اسی کے ساتھ گزارنی ہو گی۔ یہ منافقت نہیں تو اور کیا ہے۔'' وہ بولی۔
''بھابھی! ابو سے کہیں کہ وہ تسلی سے سو جائیں۔ جب دل مر جائیں تو بغاوتیں نہیں کی جاتی۔ میرا دل بھی مر گیا ہے۔'' وہ دور خلا میں گھورتی بولی۔
''ہانیہ! اسجد بہت اچھا لڑکا ہے۔'' ماریہ بولیں۔
''میں نے کب کہا کہ وہ اچھا نہیں ہے۔ وہ بہت اچھا ہے مگر حارب نہیں ہے اور بات تو ساری حارب کی ہی ہے۔'' وہ کندھے سے شال اتارتی بولی۔
''ایسے تو زندگی بہت مشکل ہو جائے گی تمہاری۔'' نرمی سے سمجھانے کا انداز۔
''زندگی تو ویسے بھی آسان نہیں رہی اب۔'' وہ بغیر کسی تاثر کے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔
''آپ سو جائیں۔'' وہ کھڑکی کھول رہی تھی سرد ہوا کا جھونکا کمرے میں داخل ہوا۔ وہ کھڑکی سے باہر حارب کے گھر کو دیکھ رہی تھی۔ حارب کا گھر ویران تھا۔ بالکل اس کے دل کی طرح۔
''ہانیہ! تمہیں سردی لگ جائے گی۔'' ماریہ بھابھی پریشانی سے کھڑکی بند کرتی بولیں۔
''آپ نے کبھی اپنا وجود جلنے کی تپش محسوس کی ہے بھابھی؟ آپ نہیں جانتی محبت کی یہ آگ مجھے کیسے جلا رہی ہے۔ میرا وجود۔ میری روح تک جل رہی ہے۔ یہ سردی کیا؟ اس دنیا کی ساری سردی مل کر بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتی میرا۔'' وہ اندھیرے میں گھور رہی تھی۔
''سمجھوتے کی آگ میں گرنے سے پہلے کچھ ٹھنڈی سانسیں تو لینے دیں شاید میرے وجود کی تپش کو کچھ سکون آ جائے۔'' وہ دوبارہ کھڑکی کھولتی بولی۔
ماریہ خاموشی سے باہر نکل گئیں۔ ہانیہ کی باتیں اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھیں۔ کاش ابو ایک بار تو انکل یوسف سے بات کرتے۔ ماریہ نے سوچا۔
''ابو بھی انکل یوسف کے جیسے انا پرست ہی نکلے۔'' وہ بڑبڑائیں۔

☆☆☆

گہرے اندھیرے میں سیاہ سڑک بہت ڈراؤنی اور خاموش لگ رہی تھی، دھند کی وجہ سے فاصلے فاصلے پر لگی روڈ لائیٹس گہری تاریکی کو مٹانے میں ناکام ہو رہی تھیں۔ اس نے خوف سے پیچھے مڑ کر دیکھا وہاں گہرا اندھیرا، پراسرار خاموشی اور دھند کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ خوف کی ایک شدید لہر اس کے ٹھنڈے وجود میں دوڑی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ راستہ کہاں جاتا ہے اور وہ یہاں کیسے آئی تھی۔ ٹھنڈ کی وجہ سے اس کے پیر بھی چلنے سے انکاری تھے اس نے ایک نظر اپنے پیر کی طرف دیکھا اس کا پیر زخمی نہیں تھا۔ مگر حارب نے تو آج ہی اس کے پیر پر پٹی کی تھی پھر ایسے اچانک اس کا پیر ٹھیک کیسے ہو گیا۔ اس نے روڈ لائیٹ کی روشنی میں اپنا پیر دیکھتے سوچا۔

اپنے پیر سے کچھ فاصلے پر اسے ایک مائع نما چیز نظر آئی۔ اس نے جھک کر اس مائع کو دیکھا۔

وہ سرخ تھا۔ بالکل خون کی طرح۔ سنسنی کی ایک لہر اس کے وجود کو ہلا گئی۔ اس نے آیت الکرسی پڑھتے قدم خون کی سمت بڑھا دیئے۔ سردی کے باوجود اس کو پسینہ آ رہا تھا۔ کچھ قدم آگے جا کر اسے ایک شخص زمین پر پڑا نظر آیا غالباً خون بہنے کا سلسلہ اسی کے وجود سے جاری ہوا تھا۔ وہ کروٹ کے بل سڑک پر پڑا ہوا تھا قریب ہی ایک کار کھڑی تھی۔ یقیناً وہاں روڈ ایکسیڈینٹ ہوا تھا۔ اس کا سفید لباس سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے ہمت کر کے اس کے وجود کا رخ اپنی جانب کیا ایک دل دہلا دینے والی چیخ اس کے حلق سے ابھری۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

''حارب..... حارب یہ تمہیں کیا ہو گیا۔'' وہ اس شخص کا سر اپنی گود میں رکھتی بولی۔ اس کی نبض بند تھی۔ دل دھڑکنا چھوڑ چکا تھا۔ جسم ٹھنڈا تھا۔ یعنی ..... یعنی وہ مر چکا تھا۔ اس نے بے یقینی سے حارب کے چہرے کو ہلایا۔

''یہ سب کیا ہو گیا۔ کوئی ہے۔ میری مدد کرو۔'' وہ چلائی۔ آنسو بے اختیار بہہ رہے تھے۔

''حارب! تمہیں میرے رونے سے تکلیف ہوتی تھی۔ تم تو مجھے روتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ میں رو رہی ہوں۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ میری مدد کرو۔ اپنے ہاتھوں سے میرے آنسو صاف کرو۔ آنکھیں کھولو۔'' وہ اس کا سر گود میں رکھے چلا رہی تھی۔

''اگر میں مر گیا.....؟'' اسے حارب کی آواز سنائی دی۔

''اگر میں مر گیا''..... آواز پھر سے سنائی دی۔ مگر حارب تو مر چکا ہے۔ بالآخر اس کے دل نے یقین کر ہی لیا۔ وہاں دھند اور اندھیرے کے سوا کچھ نہیں تھا۔

''کوئی کسی کے بغیر نہیں مرتا۔ تم بھی میرے بغیر جینا سیکھ لو گے۔'' اسے اپنی آواز سنائی دی۔

''میں نہیں جی سکوں گا۔ تم جانتی ہو تم ہی تو میری زندگی ہو۔ میں مر جاؤں گا۔'' وہ بول رہا تھا اور وہ واقعی مر گیا تھا۔ ہانیہ اندھیری سڑک پر اپنے محبوب کی لاش کا سر اپنی گود میں رکھے سوچ رہی تھی۔ دھند بڑھتی جا رہی تھی مگر اب پرواہ کسے تھی۔ حارب مر گیا تھا اور ہانیہ جیتے جی مر گئی تھی۔ ایک جھٹکے سے اس کی آنکھ کھلی۔ کچھ دیر کے لیے تو اس کی آنکھیں منظر پہچاننے سے عاری رہیں مگر ہوش آنے پر اس نے شکر ادا کیا وہ ایک خواب تھا۔

مگر دل ابھی بھی زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اگر حارب کو کچھ ہو گیا تو..... اس نے جلدی سے اپنے موبائل سے حارب کا نمبر نکالا اور کال ملائی۔ مگر پھر ساتھ ہی رابطہ منقطع کر دیا۔

اگر میں اس کی خوشی کی وجہ نہیں بن سکتی تو مجھے اس کے دکھ کی وجہ بھی نہیں بننا چاہیے۔ کاش! وہ مجھے بھول جائے۔ ایسے جیسے اس کو مجھ سے محبت ہوئی ہی نہ ہو۔ وہ روتے ہوئے دعا کر رہی تھی۔

☆☆☆

''واٹ دا ہیل از دز؟'' صوفیہ نے کوفت سے سڑک پر لوگوں کی بھیڑ کو دیکھا۔ صبح کے پانچ بجے بھی یہاں کے لوگوں کو سکون نہیں ہے۔ اس نے ہارن دیا۔ مجال ہے کہ کسی کو سنائی دے رہا تھا۔ آئیزک اب تک لینڈ بھی کر چکا ہو گا ایئر پورٹ پر۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ بھیڑ میں سے ایک مشکوک شخص اس کی جانب بڑھا اس نے فوراً اپنی گن نکال لی۔ وہ شخص اب اس کی ونڈو پر ناک کر رہا تھا۔ اس نے ونڈو نیچے کر کے گن سامنے والے شخص پر تان لی۔

''باجی! گن نیچے کریں۔ میں تو آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ آگے روڈ بلاک ہے آپ واپس چلی جائیں۔'' وہ شخص ہاتھ اوپر اٹھا کر بولا۔

''کیا ہوا ہے؟'' وہ گن نیچے کیے بغیر بولی۔

''وہ آگے بہت برا ایکسیڈینٹ ہوا ہے۔'' وہ شخص بھی ہاتھ نیچے کیے بغیر بولا۔

''بندہ ٹھیک ہے؟'' وہ گن نیچے کرتی بولی۔

"میں تمہیں میرون رنگ کے لہنگے میں دلہن بنے دیکھنا چاہتا ہوں۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"مجھے میرون رنگ پسند نہیں۔" وہ ناز سے بولی۔

"مجھے تو پسند ہے۔ میرے لیے پہن لینا۔" وہ بولا تھا۔

آج وہ کسی اور کی ہو جائے گی۔ آج حارب اور اس کا رشتہ ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جائے گا۔ کیا وہ کبھی اسجد کو دل سے تسلیم کر پائے گی۔ کیا وہ حارب کو بھلا پائے گی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ اس گھر کو اور ساری دنیا کو آگ لگا دے۔ مگر وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے گہری سانس لی۔ اسے خود کو سمجھوتے کے لیے تیار کرنا تھا۔ بہت سے آنسو آنکھوں سے بہہ نکلے۔

"اے اللہ مجھے صبر دے۔" وہ گہری سانسیں لیتی آنسوؤں کو واپس دھکیل رہی تھی۔

"آج تو میری بیٹی بہت پیاری لگ رہی ہے۔" احمد عزیز ہانیہ کے سر پر ہاتھ رکھتے بولے۔ ہانیہ کا ویران چہرہ انہیں ابھی سے ہولا رہا تھا۔

"اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔ تم بہت خوش رہو گی۔" وہ بولے، جانے وہ خود کو تسلی دے رہے تھے یا ہانیہ کو۔

"قبر میں اتارنے کے بعد خوش رہنے کی دعا نہیں دیا کرتے ابو۔" وہ دل ہی دل میں شکوہ کر گئی۔ بولی کچھ نہیں۔ جہاں آنسو کام نہ آئے وہاں لفظوں کو کیوں ضائع کرتا۔

"ہانیہ! میں نے یہ فیصلہ تمہارے بھلے کے لیے کیا ہے۔ یہ کڑوا گھونٹ تمہیں بہت سی اذیتوں سے بچا لے گا۔" وہ بولے۔ ہانیہ نے تکلیف سے آنکھیں میچ لیں۔ وہ جسے کڑوا گھونٹ کہہ رہے تھے وہ کڑوا گھونٹ نہیں زہر کا پیالہ تھا۔

"کوئی بات نہیں ابو! بیٹیاں تو ہمیشہ سے ہی قربانی دیتی آئی ہیں۔" وہ بولی لہجہ زخمی تھا۔ احمد عزیز کا دل تڑپ گیا۔ وہ ہانیہ کے سر پر ہاتھ رکھتے باہر نکل گئے۔ وہ بچی تھی، ان کے فیصلے کی نزاکت کو اتنی جلدی سمجھنا اس کے لیے مشکل تھا۔ احمد کے جاتے ہی ہانیہ بھی ڈھے سی گئی، آج پہلی بار اس نے اپنے باپ کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے۔ ان آنسوؤں کی وجہ وہ تھی، یہ بات اسے مزید دکھی کر گئی تھی۔

☆☆☆

یوسف صاحب لنچ پر ایک ڈیلی گیشن سے مل رہے تھے۔ جب ان کے پی اے نے انہیں ایک ان جان نمبر سے کال ٹرانسفر کی۔ اس سے پہلے وہ پی اے کو ڈانٹتے انہیں سنجیدہ سی آواز سنائی دی۔

آپ کا بیٹا بہت کریٹیکل کنڈیشن میں ہے۔ شاید یہ سانسیں اس کی آخری سانسیں ہوں۔" یوسف کے ہاتھ سے ریسیور گرتے گرتے بچا۔

"کک..... کون سے ہاسپٹل میں۔" وہ شاکڈ سے بولے۔

"ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالے۔" وہ میٹنگ چھوڑ کر بھاگے تھے۔

☆☆☆

حارث خاموش سا ہانیہ کو دلہن بنے دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی بہن کے سر پر ہاتھ رکھ کر خوش رہنے کی دعا نہیں دے پایا تھا۔ اس نے ہانیہ کے سر پر ہاتھ رکھا تو آنسو بے اختیار بہہ نکلے۔ ہانیہ بھی بھائی کے سینے پر سر رکھ کر رو دی۔ وہ دونوں بہن بھائی رو رہے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا دکھ سمجھتے تھے۔ حارث نے آنسو روکنے کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔

"ہانیہ سے محبت ہو گئی ہے۔ تمہاری عزت کو اپنے گھر کی عزت بنانا چاہتا ہوں۔" وہ کار میں بیٹھا حارث سے کہہ رہا تھا۔

"کیوں، کب، کیسے اور کہاں نہیں جانتا۔ بس ہانیہ سے محبت ہو گئی ہے۔ اس سے پہلے تمہیں بتا رہا ہوں کیونکہ مجھے تمہاری دوستی اور ہانیہ دونوں بہت عزیز ہیں۔ میں تمہیں چیٹ نہیں کر رہا۔ مگر میرا وعدہ ہے۔ تمہاری بہن کی عزت میری جان سے زیادہ اہم ہو گی میرے لیے۔ میں کبھی تمہاری عزت پر آنچ نہیں

''نہیں ..... بہت زخمی ہے۔'' وہ شخص پریشانی سے بولا۔

''کہاں ہے؟'' وہ گاڑی کا دروازہ کھولتی باہر نکل آئی۔

''وہیں ہے۔ ایمبولینس کو کال کی ہے۔ پر جواب نہیں آیا۔'' وہ بولا۔ صوفیہ تیز تیز قدم اٹھاتی بھیڑ کی طرف بھاگی۔ وہ لوگ اس لڑکے کو گاڑی سے نکال چکے تھے گن ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھی۔ سیاہ رنگ کے لباس میں آتی دھان پان سی لڑکی کے ہاتھ میں گن دیکھ کر لوگ پریشان بھی ہوئے اور حیران بھی۔ صوفیہ نے گاڑی کا جائزہ لیا۔ ایکسیڈنٹ بہت شدید ہوا تھا۔ گاڑی کا فرنٹ مکمل تباہ ہو چکا تھا۔ سفید ٹریک سوٹ میں ملبوس وہ لڑکا بالکل شایان کی عمر کا تھا۔ اس نے لڑکے کی گردن پر ہاتھ رکھا۔ سانس بہت آہستہ چل رہی تھی۔ اسے شایان کی تھمتی سانسیں یاد آ گئیں۔ اس نے بھی ایسے ہی صوفیہ کے ہاتھوں میں اپنی جان دی تھی۔

''اسے میری گاڑی میں ڈالیں۔'' وہ لڑکوں سے بولی اور گاڑی میں اس کا موبائل دیکھنے لگی۔ فرنٹ سیٹ پر موبائل نہیں تھا۔

''موبائل ملا؟'' وہ بیک ڈور کھولتی بولی۔

بیک سیٹ پر کچھ مرجھائے ہوئے گجرے پڑے تھے۔ صوفیہ کی سانس رک سی گئی۔ کیا تقدیر ایک بار پھر سے شایان کی موت کو دہرا رہی ہے۔ وہ لمحہ بھر کو رکی۔

مگر وہ اس شایان کو مرنے نہیں دے گی۔ وہ اس شایان کو موت کے منہ سے چھین کر لائے گی۔

''باجی یہ موبائل۔'' ایک لڑکا موبائل اس کی جانب بڑھا کر بولا۔ وہ اسے تھامتی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ وہ لوگ اس لڑکے کو صوفیہ کی گاڑی میں ڈال چکے تھے۔ اس نے گاڑی موڑی اور تیز رفتاری سے واپس مڑ گئی۔

''تم ہار مت ماننا۔'' وہ بیک مرر سے اس لڑکے کو دیکھتی گاڑی کی اسپیڈ مزید بڑھا گئی۔ کچھ ہی دیر میں وہ ایک اسپتال میں تھے۔

''میڈم، یہ ہٹ اینڈ رن کیس ہے۔ ہم پولیس کے بغیر کام شروع نہیں کر سکتے۔'' ریسپشن پر بیٹھا لڑکا بولا۔

''ایڈیٹ! یہ ہاسپٹل میرے باپ کا ہے اور میں ایس ایس پی صوفیہ فرہاج ہوں۔'' وہ دانت پیس کر بولی۔

''ریسکیو کرو اسے فوراً۔'' وہ حکم دیتی بولی۔

''یس میم!'' لڑکا ہکلاتے ہوئے بولا۔ کچھ ہی دیر میں ڈاکٹر فرہاج اس لڑکے کے پاس موجود تھے۔ میڈیکل ٹیم اس کو آئی سی یو میں منتقل کر چکی تھی۔

''ڈیڈ! اس لڑکے کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔'' وہ ڈاکٹر فرہاج سے بولی۔ اس کے لہجے میں بڑی بہنوں والی فکرمندی تھی۔

''صونی! ہم کوشش کریں گے۔'' وہ تحمل سے بولے۔ وہ شایان کی عمر کے ہر لڑکے کو شایان کی طرح ہی ڈیل کرتی تھی۔

''ڈیڈ! میں نے اس کی گاڑی میں پھول دیکھے تھے۔ بالکل ویسے ہی جیسے شایان کی گاڑی میں تھے ایکسیڈنٹ کی رات میں اسے نہیں بچا سکی۔ پلیز اسے بچا لیں۔'' وہ بولی۔

ڈاکٹر فرہاج کی بوڑھی آنکھیں نم ہو گئیں۔ صوفیہ اپنے بھائی کو نہ بچا پانے کے ملال میں تھی جبکہ وہ خود اپنے بیٹے کی موت کے ذمہ دار تھے۔

اگر وہ شایان کی بات مان لیتے تو وہ ان کے ساتھ ہوتا۔ کاش وہ شایان کی محبت کے لیے اپنی ضد چھوڑ دیتے۔ نہ مریم کی کہیں اور شادی ہوتی۔ نہ شایان کا ایکسیڈینٹ اور نہ ہی وہ اس طرح کی تکلیف دہ موت مرتا۔ وہ اپنے ضمیر کے کٹہرے میں کھڑے سوچ رہے تھے۔

☆☆☆

بانیہ میرون رنگ کے کام دار لہنگے میں بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ اس نے روئی روئی آنکھوں سے اپنا عکس دیکھا۔

"میں تمہیں میرون رنگ کے لہنگے میں دلہن بنے دیکھنا چاہتا ہوں۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"مجھے میرون رنگ پسند نہیں۔" وہ ناز سے بولی۔

"مجھے تو پسند ہے۔ میرے لیے پہن لینا۔" وہ بولا تھا۔

آج وہ کسی اور کی ہو جائے گی۔ آج حارب اور اس کا رشتہ ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جائے گا۔ کیا وہ کبھی اسجد کو دل سے تسلیم کر پائے گی۔ کیا وہ حارب کو بھلا پائے گی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ اس گھر کو اور ساری دنیا کو آگ لگا دے۔ مگر وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے گہری سانس لی۔ اسے خود کو سمجھوتے کے لیے تیار کرنا تھا۔ بہت سے آنسو آنکھوں سے بہہ نکلے۔

"اے اللہ مجھے صبر دے۔" وہ گہری سانسیں لیتی آنسوؤں کو واپس دھکیل رہی تھی۔

"آج تو میری بیٹی بہت پیاری لگ رہی ہے۔" احمد عزیز ہانیہ کے سر پر ہاتھ رکھتے بولے۔ ہانیہ کا ویران چہرہ انہیں ابھی سے ہولا رہا تھا۔

"اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔ تم بہت خوش رہو گی۔" وہ بولے، جانے وہ خود کو تسلی دے رہے تھے یا ہانیہ کو۔

"قبر میں اتارنے کے بعد خوش رہنے کی دعا نہیں دیا کرتے ابو۔" وہ دل ہی دل میں شکوہ کر گئی۔ بولی کچھ نہیں۔ جہاں آنسو کام نہ آئے وہاں لفظوں کو کیوں ضائع کرنا۔

"ہانیہ! میں نے یہ فیصلہ تمہارے بھلے کے لیے کیا ہے۔ یہ کڑوا گھونٹ تمہیں بہت سی اذیتوں سے بچا لے گا۔" وہ بولے۔ ہانیہ نے تکلیف سے آنکھیں میچ لیں۔ وہ جسے کڑوا گھونٹ کہہ رہے تھے وہ کڑوا گھونٹ نہیں زہر کا پیالہ تھا۔

"کوئی بات نہیں ابو! بیٹیاں تو ہمیشہ سے ہی قربانی دیتی آئی ہیں۔" وہ بولی لہجہ زخمی تھا۔ احمد عزیز کا دل تڑپ گیا۔ وہ ہانیہ کے سر پر ہاتھ رکھتے باہر نکل گئے۔ وہ بچی تھی، ان کے فیصلے کی نزاکت کو اتنی جلدی سمجھنا اس کے لیے مشکل تھا۔ احمد کے جاتے ہی ہانیہ بھی ڈھے سی گئی، آج پہلی بار اس نے اپنے باپ کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے۔ ان آنسوؤں کی وجہ وہ تھی، یہ بات اسے مزید دکھی کر گئی تھی۔

☆☆☆

یوسف صاحب لنچ پر ایک ڈیلی گیشن سے مل رہے تھے۔ جب ان کے پی اے نے انہیں ایک ان جان نمبر سے کال ٹرانسفر کی۔ اس سے پہلے وہ پی اے کو ڈانٹتے انہیں سنجیدہ سی آواز سنائی دی۔

آپ کا بیٹا بہت کریٹیکل کنڈیشن میں ہے۔ شاید یہ سانسیں اس کی آخری سانسیں ہوں۔" یوسف کے ہاتھ سے ریسیور گرتے گرتے بچا۔

"کک..... کون سے ہاسپٹل میں۔" وہ شاکڈ سے بولے۔

"ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالے۔" وہ میٹنگ چھوڑ کر بھاگے تھے۔

☆☆☆

حارث خاموش سا ہانیہ کو دلہن بنے دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی بہن کے سر پر ہاتھ رکھ کر خوش رہنے کی دعا نہیں دے پایا تھا۔ اس نے ہانیہ کے سر پر ہاتھ رکھا تو آنسو بے اختیار بہہ نکلے۔ ہانیہ بھی بھائی کے سینے پر سر رکھ کر رو دی۔ وہ دونوں بہن بھائی رو رہے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا دکھ سمجھتے تھے۔ حارث نے آنسو روکنے کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔

"ہانیہ سے محبت ہو گئی ہے۔ تمہاری عزت کو اپنے گھر کی عزت بنانا چاہتا ہوں۔" وہ کاج میں بیٹھا حارث سے کہہ رہا تھا۔

"کیوں، کب، کیسے اور کہاں نہیں جانتا۔ بس ہانیہ سے محبت ہو گئی ہے۔ اس سے پہلے تمہیں بتا رہا ہوں کیونکہ مجھے تمہاری دوستی اور ہانیہ دونوں بہت عزیز ہیں۔ میں تمہیں چیٹ نہیں کر رہا۔ مگر میرا وعدہ ہے۔ تمہاری بہن کی عزت میری جان سے زیادہ اہم ہو گی میرے لیے۔ میں کبھی تمہاری عزت پر آنچ نہیں

آنے دوں گا۔"

ہانیہ کو اتنا ڈانٹا نہیں کرو۔ مجھے برا لگتا ہے۔

ہانیہ کو بخار ہے۔ پلیز اس کا خیال رکھنا۔

میں ہانیہ کی اسائنمنٹ لکھ دیتا ہوں۔

ہانیہ رو کیوں رہی ہو۔ ہم اب حارث سے بات نہیں کریں گے۔

ہانیہ حارث کے ساتھ باہر نکلا کرو۔ یا مجھے بتا دیا کرو۔

اس نے ہانیہ کا نام کیسے لیا۔

میں ہانیہ کے بغیر نہیں رہ سکتا انکل...... پلیز مجھے ہانیہ دے دیں۔

حارث نے آنکھیں کھول لی۔ وہ جتنا سوچ رہا تھا۔ ملال اتنا بڑھ رہا تھا۔

بارات آ چکی تھی۔ اسجد نکاح خواں کے ساتھ ہانیہ کا منتظر تھا۔ سب مہمان میرج ہال میں ہانیہ کے منتظر تھے۔ حارث، سعد بھائی کے ساتھ مہمانوں کا ویلکم کر رہا تھا۔ نورین خالہ ہانیہ سے ملنے کے بعد دلبرداشتہ سی ایک کرسی پر بیٹھی تھیں۔ انہیں شادی میں کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔

☆☆☆

یوسف صاحب اور زاہدہ چچی آبزرویشن روم کے شیشوں سے حارب کو دیکھ رہے تھے۔ حارب بہت سی پٹیوں میں لپٹا زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا۔ اس کی سانسیں بہت مدھم تھیں۔ ڈاکٹر فرہاج آبزرویشن روم میں اللہ سے حارب کے لیے دعا کر رہے تھے۔ وہ شایان کے بعد اس لڑکے کو شایان جیسی موت مرتے نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ آئیزک میڈیکل ٹیم کے ساتھ حارب کو چیک کر رہا تھا۔ صوفیہ کی بہنیں گھر پر حارب کے لیے دعا کر رہی تھیں۔ وہ اپنے اکلوتے بھائی کی موت دوبارہ دُہرانا نہیں چاہتی تھیں۔

"آئی تھنک ہی ہم سیلف ڈونٹ وانٹ ٹو امپرو۔" آئیزک ڈاکٹر فرہاج سے مخاطب تھا۔

"کیوں؟" وہ بولے۔ "سے بی آ ٹروما اور انٹرنل ڈی نا ٹنگ آسک ہز فیملی۔"

☆☆☆

"ماریہ! بیٹا جاؤ۔ ہانیہ کو لے آؤ۔" احمد عزیز بہو سے بولے۔ نورین سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں تھی ان میں۔ کچھ دیر بعد ہانیہ اور ماریہ اسٹیج پر تھیں۔ حارث بے بسی سے اسے سوگوار دلہن کو دیکھ رہا تھا۔ جب اس کو سونیا کا میسج وصول ہوا۔ سونیا اپنی امی کے ہاسپٹل میں ہونے کی وجہ سے شادی میں نہیں آ سکی تھی۔

وہ ایک ویڈیو تھی۔ حارث نے ویڈیو پلے کی۔ وہ حارب تھا۔ سفید ٹریک سوٹ میں۔ جو اس نے ہانیہ کی پسند سے لیا تھا، خون میں تر حارث کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔

"اس کی کنڈیشن بہت کریٹیکل ہے۔ سے بی" اس سے آگے سونیا کی آواز رندھ گئی۔ وہ رو رہی تھی۔

"پلیز ہانیہ کو لے آؤ۔ وہ ڈیتھ بیڈ پر ہے۔" میسج ختم ہو چکا تھا۔

حارث نے ایک نظر ہانیہ کو دیکھا۔ حارب اپنی آخری سانسوں پر تھا۔ ہانیہ کو جانا چاہیے۔ اس نے سوچا۔ اندر کا گلٹ اور بڑھ گیا تھا۔ اس نے ماؤف ہوتے دماغ سے اینٹرنس کی طرف دیکھا۔ گرے تھری پیس سوٹ میں بالوں کو جیک سے سیٹ کیے میرج ہال میں داخل ہوتا شخص یوسف جلال تھا۔ وہ تیزی سے چلتے اسٹیج کی طرف جا رہے تھے۔

"احمد! مجھے بات کرنی ہے۔" یوسف صاحب بے ترتیب سانسوں میں بولے۔ نکاح خواں رک گئے۔ ہانیہ نے حیرت سے حواس باختہ یوسف کو دیکھا۔ دل ڈوب سا گیا۔ اسے اپنا صبح کا خواب یاد آیا۔

"اس وقت نہیں۔" احمد صاحب بولے۔ حارث اسٹیج کی جانب لپکا۔

"بہت ضروری ہے۔" یوسف صاحب نے ہاتھ جوڑ دیے۔ اسجد اور پھوپھو حیرت سے ایک

آنے دوں گا۔"
ہانیہ کو اتنا ڈانٹا نہیں کرو۔ مجھے برا لگتا ہے۔
ہانیہ کو بخار ہے۔ پلیز اس کا خیال رکھنا۔
میں ہانیہ کی اسائمنٹ لکھ دیتا ہوں۔
ہانیہ رو کیوں رہی ہو۔ ہم اب حارث سے بات نہیں کریں گے۔
ہانیہ حارث کے ساتھ باہر نکلا کرو۔ یا مجھے بتا دیا کرو۔
اس نے ہانیہ کا نام کیسے لیا۔
میں ہانیہ کے بغیر نہیں رہ سکتا انکل...... پلیز مجھے ہانیہ دے دیں۔
حارث نے آنکھیں کھول لی۔ وہ جتنا سوچ رہا تھا۔ ملال اتنا بڑھ رہا تھا۔
بارات آ چکی تھی۔ اسجد نکاح خواں کے ساتھ ہانیہ کا منتظر تھا۔ سب مہمان میرج ہال میں ہانیہ کے منتظر تھے۔ حارث، سعد بھائی کے ساتھ مہمانوں کا ویلکم کر رہا تھا۔ نورین خالہ ہانیہ سے ملنے کے بعد دلبرداشتہ سی ایک کرسی پر بیٹھی تھیں۔ انہیں شادی میں کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔

☆☆☆

یوسف صاحب اور زاہدہ چچی اوبزرویشن روم کے شیشوں سے حارب کو دیکھ رہے تھے۔ حارب بہت سی پٹیوں میں لپٹا زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا۔ اس کی سانسیں بہت مدھم تھیں۔ ڈاکٹر فرہاج آبزرویشن روم میں اللہ سے حارب کے لیے دعا کر رہے تھے۔ وہ شایان کے بعد اس لڑکے کو شایان جیسی موت مرتے نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ آئیزک میڈیکل ٹیم کے ساتھ حارب کو چیک کر رہا تھا۔ صوفیہ کی بہنیں گھر پر حارب کے لیے دعا کر رہی تھیں۔ وہ اپنے اکلوتے بھائی کی موت دوبارہ دُہرانا نہیں چاہتی تھیں۔
"آئی تھنک ہی ہم سیلف ڈونٹ وانٹ ٹو امپرو۔" آئیزک ڈاکٹر فرہاج سے مخاطب تھا۔
"کیوں؟" وہ بولے۔" سے بی آ ٹروما اور انٹرنل ڈی نا تھنگ آسک ہز فیملی۔"

☆☆☆

"ماریہ! بیٹا جاؤ۔ ہانیہ کو لے آؤ۔" احمد عزیز بہو سے بولے۔ نورین سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں تھی ان میں۔ کچھ دیر بعد ہانیہ اور ماریہ اسٹیج پر تھیں۔
حارث بے بسی سے اسے سوگوار دلہن کو دیکھ رہا تھا۔ جب اس کو سونیا کا میسج وصول ہوا۔ سونیا اپنی امی کے ہاسپٹل میں ہونے کی وجہ سے شادی میں نہیں آ سکی تھی۔
وہ ایک ویڈیو تھی۔ حارث نے ویڈیو پلے کی۔
وہ حارب تھا۔ سفید ٹریک سوٹ میں۔ جو اس نے ہانیہ کی پسند سے لیا تھا، خون میں تر حارث کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔
"اس کی کنڈیشن بہت کریٹیکل ہے۔ سے بی ۔" اس سے آگے سونیا کی آواز رندھ گئی۔ وہ رو رہی تھی۔
"پلیز ہانیہ کو لے آؤ۔ وہ ڈیتھ بیڈ پر ہے۔" میسج ختم ہو چکا تھا۔
حارث نے ایک نظر ہانیہ کو دیکھا۔ حارب اپنی آخری سانسوں پر تھا۔ ہانیہ کو جانا چاہیے۔ اس نے سوچا۔ اندر کا گلٹ اور بڑھ گیا تھا۔ اس نے ماؤف ہوتے دماغ سے اینٹرنس کی طرف دیکھا۔ گرے تھری پیس سوٹ میں بالوں کو جیک سے سیٹ کیے میرج ہال میں داخل ہوتا شخص یوسف جلال تھا۔ وہ تیزی سے چلتے اسٹیج کی طرف جا رہے تھے۔
"احمد! مجھے بات کرنی ہے۔" یوسف صاحب بے ترتیب سانسوں میں بولے۔ نکاح خواں رک گئے۔ ہانیہ نے حیرت سے حواس باختہ یوسف کو دیکھا۔ دل ڈوب سا گیا۔ اسے اپنا صبح کا خواب یاد آیا۔
"اس وقت نہیں۔" احمد صاحب بولے۔
حارث اسٹیج کی جانب لپکا۔
"بہت ضروری ہے۔" یوسف صاحب نے ہاتھ جوڑ دیے۔ اسجد اور پھوپھو حیرت سے ایک

دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ یوسف صاحب کو تو وہ بہت اچھی سے جانتے تھے۔

"میں آ رہا ہوں۔" احمد صاحب اسٹیج سے اتر گئے۔ ہانیہ نے حارث کو دیکھا۔ اس کا چہرہ ہانیہ کے خدشات کو حقیقت دیکھا رہا تھا۔

"اور اگر میں مر گیا تو....."

"میں مر جاؤں گا۔ تمہارا کسی اور کو مل جانا مجھے مار دے گا۔"

"اس نے کہا تھا کہ وہ مر جائے گا۔ اگر وہ سچ میں مر گیا تو؟" ہانیہ کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔

"اب یہ تماشا کیوں کر رہے ہو؟" احمد صاحب سائیڈ پر جا کر یوسف سے مخاطب تھے۔

"حارب ..... حارب ہسپتال میں ہے۔" یوسف صاحب بمشکل بول پائے۔ احمد نے حیرت سے یوسف کو دیکھا۔ دولت کی ہوس میں بھاگتا وہ شخص آج کتنا بے بس ہو گیا تھا۔

"اللہ صحت دے اسے۔" احمد صاحب یوسف کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولے۔

"ہانیہ کو بھیج دو وہ آنکھیں نہیں کھول رہا۔" یوسف صاحب بولے۔

"اس کا نکاح ہے۔ میں اپنی بیٹی کا نام خراب نہیں کر سکتا۔" احمد بولے۔ انداز سخت تھا۔

"میں سب کے سامنے معافی مانگ لوں گا۔ میرے بیٹے کی زندگی کا سوال ہے۔" وہ بولے۔

"میری بیٹی کی بھی عزت کا سوال ہے۔ باہر اس کی بارات آئی ہے۔ سب رشتہ دار موجود ہیں میرے۔ میں اسے نہیں بھیج سکتا۔ تم نے بہت دیر کر دی یوسف۔" وہ کہہ کر آگے بڑھے۔

"رکیں ابو!" حارث کی آواز نے احمد کے بڑھتے قدم روک دیے۔

"ہم سب جانتے ہیں کہ ہانیہ کی مرضی کیا تھی۔" وہ مضبوط انداز میں بولا۔

"خبردار جو یوسف کی حمایت کی۔" وہ مڑ کر بولے۔

"میرے لیے انکل یوسف اہم نہیں۔ نہ ہی آپ کہ یہ رشتہ دار اور نہ ہی آپ دونوں کی انا اور ذاتیات میرے لیے میری بہن اور دوست اہم ہیں۔ میں پہلے آپ کے احترام میں چپ تھا مگر اب حارب کی زندگی کا سوال ہے۔ اس لیے لے کر جا رہا ہوں اپنی بہن کو..... اگر قسمت موقع دے رہی ہے تو میں یہ غلطی سدھاروں گا۔" وہ بولا۔

"میں باپ ہوں ہانیہ کا۔" احمد بولے۔

"اور میں بھائی ..... میں حارب نہیں ہوں ابو ..... میں آپ کا خون ہوں۔ مجھے مت روکیے گا۔" وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔ یوسف صاحب بھی اس کے پیچھے چل دیے۔

"ابو..... اسے مت روکیے گا۔" سعد احمد کے کندھے پر ہاتھ رکھتا بولا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" وہ اسٹیج پر بیٹھی ہانیہ کا ہاتھ پکڑتا بولا۔ ہانیہ گنگ سی کھڑی ہو گئی۔

"کہاں لے کر جا رہے ہو؟" پھوپھو بولیں۔

"ایک قریبی رشتہ دار کی میڈیکل کنڈیشن کی وجہ سے ہم نکاح کچھ دیر کے لیے منسوخ کر رہے ہیں۔ آپ لوگ کھانا کھا کر جائیے گا۔" سعد ہال کے سبھی مہمانوں سے مخاطب تھا۔ ساتھ ہی کھانے کے ہال کا دروازہ کھول دیا گیا۔ ویٹر مین ہال کی لائیٹس بند کرنے لگے تھے۔ حارث بغیر کچھ کہے ہانیہ کا ہاتھ تھامے اسٹیج سے اتر گیا۔

☆☆☆

"مس ہانیہ، حارب کو اپنی موجودگی کا احساس کروائیں۔ ہو سکتا ہے وہ کچھ امپرو کر لے۔" آئیزک دلہن بنی ہانیہ کو ہدایت دیتا باہر چلا گیا۔

"حارب! دیکھو میں آ گئی ہوں۔ میں ہانیہ تمہاری ہانیہ....." وہ نم آنکھوں سے بولی۔ کئی آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ کر حارب کے سینے میں جذب ہو گئے۔

"میں رو رہی ہوں۔ دیکھو میری آنکھوں میں

کتنے آنسو ہیں۔ تمہاری ہانیہ رو رہی ہے۔ حارب پلیز آنکھیں کھولو۔'' وہ رو رہی تھی مگر حارب آنکھیں نہیں کھول رہا تھا۔ وہ ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں سے بکھرنے والے موتی نہیں سمیٹ رہا تھا۔ اس کا وجود بے جان تھا۔

''پیسہ، بزنس، اسٹیٹس یہ سب اہم ہیں۔ مگر رشتے ان سب سے زیادہ اہم ہیں۔ میرے ابو بھی اپنے پارٹنر کی بیٹی کے ساتھ میرے بھائی کی شادی کرنا چاہتے تھے۔ ہاسپٹلز کی چین بنا کر اپنی فیوچر جنریشن کا فیوچر سیکور کرنا چاہتے تھے۔ مگر وہ فیوچر کی پلاننگ کرتے کرتے پریزنٹ کو بھول گئے۔ وہ یہ بھول گئے کہ ان کا بیٹا ایک جیتا جاگتا انسان ہے۔ اس کی بھی کچھ خواہشات ہیں۔ وہ کسی سے محبت کرتا ہے۔ کیا کریں گے آپ اپنی بزنس چینز کا جب آپ کی اولاد ہی خوش نہ ہو؟ میرے ان ہاتھوں میں میرے بھائی نے جان دی ہے۔ میرے سامنے سے موت میرے بھائی کو لے کر گئی ہے۔ پلیز آپ لوگ اپنے بزنس کے لیے اولاد کی زندگیوں کا سودا کرنا چھوڑ دیں۔''

خاکی رنگ کی پولیس کی وردی اور کندھوں پر لگے چاند اور ستارے کی چمک اس کے چہرے کی روشنی سے مل کھا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک رعب اور دبدبہ تھا جو سامنے والے کو متاثر کرنے کے لیے کافی تھا۔

''اور آپ..... عزت کے نام پر بیٹیوں کو زندہ دفنانا چھوڑ دیں۔ بیٹیاں بھی انسان ہوتی ہیں ان کے سینے میں بھی آپ جیسا ہی دل دھڑکتا ہے۔ اگر وہ آپ کے احترام میں اپنی خوشیوں کی قربانی دینے کو تیار ہو جاتی ہیں تو براہ مہربانی ان کو الٹی چھریوں سے ذبح نہ کرنا شروع کر دیا کریں۔ ان کی آواز کو دبانے کے بجائے سننا سیکھیں۔'' وہ کہہ کر رکی نہیں تھی۔ وہ کل کی چھٹانک بھر لڑکی ان جہاں دیدہ لوگوں کو بہترین سبق سکھا گئی تھی۔ احمد اور یوسف دونوں کی نظریں شرمندگی سے جھکی تھیں۔

''انتہائی عجیب لوگ ہو تم پاکستانی..... اس لڑکی نے دس منٹ میں میری ساری میڈیکل ہسٹری کا ستیاناس کر دیا۔'' ڈاکٹر آئیزک صوفیہ سے مخاطب تھا۔ اس کا سفری بیگ آبزرویشن روم میں ہی رکھا ہوا تھا۔ وہ بے چارہ ائیر پورٹ سے سیدھا اسپتال ہی آ گیا تھا۔

''جہاں تمہاری میڈیکل سائنس ختم ہوتی ہے وہاں سے ہماری جذباتیت شروع ہوتی ہے۔'' صوفیہ مسکرا کر بولی۔ آج اس نے ایک اور لڑکے کو شایان بننے سے بچا لیا تھا۔

☆☆☆

''کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں۔'' حارب ہانیہ کے بالوں میں ہاتھ پھیرتا بولا۔

''میری آنکھوں میں دیکھ کر بتاؤ۔'' ہانیہ بولی۔

حارب نے ہانیہ کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہاں محبت کے جگنو تھے بالکل ویسے ہی جگنو جیسے ہانیہ کا نام لینے پر اس کی آنکھوں میں دمکتے تھے۔

''اگر یہ سب مجھے پہلے پتا ہوتا تو میں بالکل دیر نہ لگاتا۔'' وہ بولا۔ ہانیہ نے اسے گھورا۔

''اب تمہارے لیے اتنا تو کر سکتا ہوں۔'' وہ فراخ دلی سے بولا۔ ہانیہ مسکرا دی۔

''اس رات روح کے جل جانے کی اذیت محسوس کی تھی۔ یوں لگا جیسے کوئی میرے وجود کو لوہے کے کانٹوں پر گھسیٹ کر چھلنی کر رہا ہو۔ میں تمہاری یادوں سے دور بھاگنے کے لیے بہت تیز ڈرائیو کر رہا تھا مگر تمہاری یادیں کسی آسیب کی طرح میرا پیچھا کر رہی تھیں۔ نہ جانے کب وہ میرے سامنے آیا اور ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ بے ہوش ہوتے وقت بھی میرے دماغ میں صرف تم تھیں۔ میں مرنے سے پہلے بھی تمہارا ہی سوچ رہا تھا۔'' وہ درد سے بولا۔

''میں جانتی تھی۔ میں نے تمہیں کال بھی کی تھی مگر پھر میں نے اللہ سے تمہارے لیے دعا کی..... کہ تم مجھے بھول جاؤ۔'' وہ اس کا ہاتھ تھامے بول رہی تھی۔

''جب تمہارا فون آیا تو میں سڑک پر اوندھے منہ پڑا تھا۔ میرا دل کہہ رہا تھا کہ وہ تم ہو مگر میں بہت دور تھا۔ میں نے بہت کوشش کی وہاں تک جانے کی۔ میں مرنے

پہلے تمہاری آواز سننا چاہتا تھا۔ مگر میرے وہاں پہنچنے تک تم فون بند کر چکی تھیں۔'' وہ بولا۔

''شکر ہے کہ تم زندہ ہو اور اب ہم مزید پرانی باتیں نہیں کریں گے۔ اب سب ٹھیک ہے اور مجھے نیند آ رہی ہے۔ بہت راتیں رو کر گزاری ہیں میں نے اب میں تمہارے کندھے پر سر رکھ کر سکون سے سونا چاہتی ہوں۔'' وہ بولی۔

''کندھا تو زخمی ہے۔ میرے دل پر سر رکھ لو۔'' وہ فراخی سے بولا۔ ہانیہ نے اس کے سینے پر سر رکھ لیا۔

''اب بتاؤ۔ تانیہ کتنی پسند تھی تمہیں۔'' وہ آنکھیں موندتی مسکرا کر بولی تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ اگرچہ اسے ہنسنے میں بہت تکلیف ہوئی مگر وہ ہنسے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

''ابھی آدھا گھنٹہ نہیں ہوا ہمارے نکاح کو اور تم نے ایسے سوال شروع کر دیے۔'' وہ بولا۔

''بات نہیں بناؤ۔ تانیہ کے نام پر تمہاری ایک بیٹ مس ہوئی تھی۔ میں نے خود سنا ہے ابھی۔'' اس بار کا قہقہہ دوسرے سے زیادہ اونچا تھا۔

''اوہ میں اب سمجھا۔ تم نے میرے سینے پر اسی لیے سر رکھا تھا۔'' وہ پھر سے ہنسا۔ ہانیہ مسکرا دی تھی۔ آج کتنی دیر بعد وہ حارب کو یوں ہنستا دیکھ رہی تھی۔

''ویسے چاہو تو اپنا نام لے کر دیکھ لو...... دھڑکنیں احتراماً رک نہ گئیں تو کہنا۔ ہم تو پوری زندگی کر چکے تمہاری محبت کے نام۔'' وہ مسکرا کر بولا۔ ہانیہ بھی مسکرا دی۔

شیشے کے اس پار کھڑا حارث اپنی بہن اور دوست کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک مطمئن مسکراہٹ تھی۔ ہانیہ خوش قسمت تھی کہ اسے پرانے خیالات اور تنگ ذہن کے لوگوں کی بستی میں حارث جیسا بھائی ملا تھا جسے نہ صرف اپنی بہن پر پورا یقین تھا بلکہ وہ اپنی بہن کے لیے اپنے خاندان کے سامنے بھی کھڑا ہو گیا تھا... یقین تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی بہن اپنے باپ کی عزت کو اپنے پیروں تلے روند کر گھر سے نہیں بھاگے گی۔

☆☆

ادارہ خواتین
بہنوں کے
کتاب کا نام
بساط دل
درد موسم
زندگی اک روشنی
خوشبو کا کوئی گھر نہیں
شہر دل کے دروازے
تیرے نام کی شہرت
دل ایک شہر جنوں
آئینوں کا شہر
بھول بھلیاں تیری گلیاں
پھلاں دے رنگ کالے
یہ گلیاں یہ چوبارے
مین سے عورت
دل اُسے ڈھونڈ لایا
بکھرنا جائیں خواب
زخم کو سندتھی مسیحائی سے
اماوس کا چاند
رنگ خوشبو ہوا بادل
درد کے فاصلے
آج صحن پر چاند نہیں
درد کی منزل
میرے دل میرے مسا
تیری راہ میں رُل گئی
شام آرزو
مکتبہ عمران